

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# محضر نامہ

ناشر

اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز، لمیٹڈ

© 1990 Islam International Publications Limited.

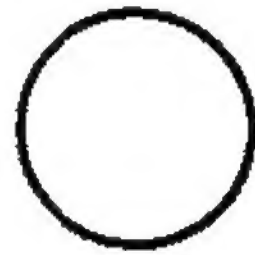
Published by:  
Islam International Publications Limited  
Islamabad  
Sheephatch Lane, Tilford,  
Surrey GU10 2AQ U. K.

Printed by:  
Raqeem Press  
Islamabad, U. K.

ISBN 1 85372 386 X

## ترتیب

- ۱ ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر ..... ۱
- ۲ مسلمان کی تعریف اور جماعت احمدیہ کا موقف ..... ۱۱
- ۳ مقام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ  
کی عارفانہ تحریرات ..... ۲۵
- ۴ ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان از افادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ..... ۳۵
- ۵ قرآن عظیم کی اعلیٰ و ارفع شان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں ..... ۵۳
- ۶ شان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بانی سلسلہ احمدیہ کی نگاہ میں ..... ۷۱
- ۷ آیت خاتم النبیین کی تفسیر ..... ۹۱
- ۸ انکار جہاد کے الزام کی حقیقت ..... ۱۱۳
- ۹ بعض دیگر الزامات کا جائزہ ..... ۱۴۳
- ۱۰ معزز ارکان اسمبلی کی خدمت میں ایک اہم گزارش ..... ۱۶۵
- ۱۱ پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقاید جو دوسرے فرقوں  
کے نزدیک محل نظر ہیں ..... ۱۷۳
- ۱۲ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک پُر درد انتباہ ..... ۱۸۵
- ۱۳ دُعا ..... ۱۸۹





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

محضر نامہ وہ اہم تاریخی دستاویز ہے جو جماعت احمدیہ نے ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے سامنے اپنے مسلمان ہونے، اپنے بنیادی عقائد کی وضاحت اور جماعت پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید کے لئے پیش کی تھی اور یہ بات شروع میں ہی واضح کر دی گئی تھی کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک دنیا کی کسی اسمبلی یا عدالت کو کسی شخص یا جماعت کے مذہب کی تعیین کا قطعاً کوئی اختیار نہیں کیونکہ اس کا اختیار صرف خدا تعالیٰ کو ہے جو دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ اسی طرح درد بھرے الفاظ میں یہ انتباہ بھی کیا گیا تھا کہ یہ اسمبلی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتحاد میں رخنہ ڈالنے کا موجب نہ بنے۔ کیونکہ اس سے ایک ایسی غلط اور خوفناک مثال قائم ہوگی جو آئندہ دوسرے فرقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔

اس افسوس ناک واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت بعض سیاسی اغراض کے تابع جن کی تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت کی حکومت نے احمدیوں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دے کر متشدد علماء کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور چونکہ حزب اختلاف میں پہلے ہی بہت سے متشدد علماء کا نفوذ تھا اس لئے حزب اختلاف نے بھی پوری قوت کے ساتھ حکومتِ وقت کا اس معاملہ میں ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ بالآخر جب یہ معاملہ سوچے سمجھے سیاسی منصوبہ کے تحت اپنے منطقی انجام کو پہنچا تو حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں باہم اس امر پر کھینچا تانی شروع ہو گئی کہ اس مبینہ نوے سالہ مسئلہ کو حل کرنے کا سہرا کس کے سر ہے۔



درحقیقت یہ پاکستان کی تاریخ کا ایک بہت بڑا المیہ ہے جس کے ساتھ سیاست کو مذہب میں اور مذہب کو سیاست میں دخل دینے کا اختیار دے دیا گیا۔ یہی وہ سنگین غلطی ہے جس کا خمیازہ پاکستان کی سیاست آج جھگٹ رہی ہے اور آج تک اس ٹھوکر سے سنبھل نہیں سکی۔ اس کے بعد مسلسل ملک کی سیاست میں انتہاء پسند علماء کا رسوخ بڑھتا رہا اور درحقیقت یہی وہ غلطی ہے جو بالآخر اس بد نصیب مارشل لاء پر منتج ہوئی جس کا گیارہ سالہ دور دوسرے مارشل لاء سے بیسیوں گنا زیادہ منحوس ثابت ہوا اور جس کی نحوست کا سایہ آج بھی کراچی سے لے کر پشاور تک قوم کے نصیب گمنائے ہوئے ہے اور دین بدن ملک نظم و ضبط، اتحاد، رواداری اور قومی یکجہتی سے محروم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ خود غرض سیاست نے مذہب میں دخل دے کر جو افتراق کا بیج بویا تھا وہ کئی طرح کی نفرتوں کی فصلیں لیکر پھوٹنے لگا اور پاکستان طبقتوں، فرقوں، گروہوں اور صوبوں میں بٹنے لگا۔ آج بد نصیبی سے ملک کا جو حال ہے اس بارے میں اہل دانش سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دراصل اس کی داغ بیل ۱۹۷۴ء ہی میں ڈال دی گئی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم کو روشنی عطا کرے اور اس ملک کے متعلق قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو خواب دیکھا تھا اور جس کا تصور آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک عظیم چارٹر کے طور پر قوم کو عطا کیا تھا، ملک اسی خواب کی تعبیر بن جائے اور اس عظیم چارٹر کو اپنالے۔ آپ نے فرمایا:-

”تم آزاد ہو۔ اس مملکتے پاکستان میں تم اپنے مندروں، اپنی مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے میں پوری طرح آزاد ہو۔

تمہارا مذہب، تمہاری ذات اور تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو اس کا اس بنیادی اصول سے کوئی تعلق نہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شری ہیں اور برابر کے شری ہیں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہیے پھر تم دیکھو گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ



نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ نہ ہی معنوں میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے۔ بلکہ سیاسی رنگے میں ہم سبے ایک ہی مملکت کے شہری ہوں گے۔“ (خطابے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء)

جو محضر نامہ جماعت احمدیہ کو پیش کرنے کی توفیق ملی تھی وہ من و عن ایک اہم تاریخی دستاویز کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس محضر نامہ کے پیش کرنے کے بعد گیارہ روز تک پاکستان کی قومی اسمبلی میں ملک کے اٹارنی جنرل اور مختلف علماء کی طرف سے جماعت احمدیہ پر بشت تنقید کی گئی اور اس وقت کے امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش کردہ تمام اعتراضات کا ٹھوس، مدلل اور اطمینان بخش جواب دیا۔ یہ تمام کارروائی حکومت کی طرف سے باقاعدہ ریکارڈ کی گئی لیکن افسوس نامعلوم وجوہات کی بناء پر حکومت نے اس کارروائی کو مخفی رکھا ہوا ہے اور باوجود اس کے کہ ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے کئی حکومتیں گزر گئیں لیکن آج تک یہ کارروائی منظر عام پر نہیں آئی۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ کسی حکومت کو اس اہم کارروائی کو من و عن شائع کرنے کی جرأت اور توفیق ملے تاکہ ساری قوم اس حقیقت کو جان لے کہ جماعت احمدیہ کا موقف درحقیقت حق پر مبنی تھا۔

مزید تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے جماعت احمدیہ کے سربراہ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ نیشنل اسمبلی کی مذکورہ بالا کمیٹی کے سامنے خود پیش ہو کر اپنے موقف کی وضاحت کریں اور ہر قسم کے سوالات جو موقع پر ان سے کئے جائیں ان کے جوابات دیں۔ اس سلسلہ میں ان کے مددگار کے طور پر یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنے ساتھ چار دیگر نمائندگان انتخاب کر لیں۔ گویا جماعت احمدیہ کے وفد کی کل تعداد پانچ افراد مقرر ہوئی۔

۱۔ موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

۲۔ مکرم و محترم جناب مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (مرحوم)



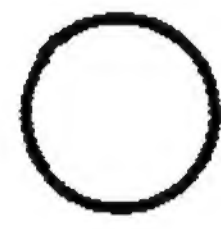
۳۔ مکرم و محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔ ایڈووکیٹ، امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد۔

۴۔ مکرم و محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد (مؤرخ احمدیت)

مذکورہ اجلاس سے پہلے اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے ہزاروں اعتراضات کی چھان بین کر کے چند سو اعتراضات خصوصیت سے جماعت احمدیہ کو تنقید کا ہدف بنانے کے لئے تیار کئے۔ پاکستان کا شعبہ مذہبی امور اور محکمہ قانون کے اٹارنی جنرل اس کمیٹی کی بھرپور مدد کرتے رہے تب جا کر وہ سوالنامہ تیار ہوا جسے اٹارنی جنرل نے پیش کیا۔ علاوہ ازیں بعض دوسرے علماء کو بھی بعد میں براہ راست امام جماعت احمدیہ سے سوالات کرنے کی اجازت دی گئی۔

یہ محضر نامہ جو ابتداء میں پیش کیا گیا تھا اور ممبران اسمبلی میں بھی تقسیم کر دیا گیا تھا بعض ممبران اسمبلی نے بعد ازاں اپنے احمدی دوستوں کو ازراہ شفقت مہیا فرما دیا۔ چنانچہ انہی نسخوں میں سے ایک نسخہ جماعت احمدیہ انگلستان تک بھی پہنچا۔ زیر نظر پیشکش ایک ایسے ہی نسخے پر مبنی ہے جماعت احمدیہ انگلستان نے اس امید پر اسے شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ طالبان حق براہ راست اسے پڑھ کر فیصلہ کر سکیں کہ جماعت احمدیہ کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کس حد تک مبنی بر انصاف اور مبنی بر تعلیمات اسلام ہے۔

ناشر





ایوآن کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر



## خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ هُوَ النَّاصِرُ

### ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر

ہمارے محبوب ملک — پاکستان — کی قومی اسمبلی کے تمام معزز ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے سامنے اس وقت دو قراردادیں خصوصی بحث کے لئے پیش ہیں — ان میں سے ایک حزب اقتدار کی طرف سے اور ایک حزب اختلاف کی طرف سے ہے۔

### ایک اصولی سوال

پیشتر اس کے کہ ان دونوں قراردادوں میں اٹھائے جانے والے سوالات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے ہم نہایت ادب سے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے یہ اصولی سوال طے کیا جائے کہ کیا دنیا کی کوئی اسمبلی بھی فی ذاتہ اس بات کی مجاز ہے کہ

اوّل :- کسی شخص سے یہ بنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو؟

دوئم :- یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرقے

یا فرد کا کیا مذہب ہے؟



## انسان کا بنیادی حق اور دستور

ہم ان دونوں سوالات کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک رنگ و نسل اور جغرافیائی اور قومی تقسیمات سے قطع نظر ہر انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو اور دنیا میں کوئی انسان یا انجمن یا اسمبلی اسے اس بنیادی حق سے محروم نہیں کر سکتے۔ اقوام متحدہ کے دستور العمل میں جہاں بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے وہاں ہر انسان کا یہ حق بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو۔ (ضمیمہ ۱)

اسی طرح پاکستان کے دستورِ اساسی میں بھی دفعہ نمبر ۲۰ کے تحت ہر پاکستانی کا یہ بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ امر اصولاً طے ہونا چاہیے کہ کیا یہ کمیٹی پاکستان کے دستورِ اساسی کی رو سے زیرِ نظر قرارداد پر بحث کی مجاز بھی ہے یا نہیں؟

(اس ضمن میں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ایک خطبہ کا انگریزی ترجمہ جس میں اس پہلو پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ضمیمہ نمبر ۲ کے طور پر لِف ہذا کیا جاتا ہے)

انسانی فطرت اور عقل بھی کسی اسمبلی کو یہ اختیار نہیں دیتی کہ وہ کسی شخص یا فرقہ کو اس حق سے محروم کر سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو کیونکہ ایسی صورت میں دنیا کی ہر اسمبلی کو یہی حق دینا پڑے گا اور اس اصول کو تسلیم کرنے کے ساتھ جو مختلف قبیح صورتیں پیدا ہوں گی اُن میں سے بعض نمونہً حسب ذیل ہیں:-

۱:- دنیا کی ہر قومی اسمبلی کو فی ذاتہ یہ حق بھی ہوگا کہ عیسائیوں کے بعض فرقوں کو غیر عیسائی یا ہندوؤں کے بعض فرقوں کو غیر ہندو قرار دے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ب:- ہر ملک میں موجود ہر مذہب کے ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ قومی اسمبلی سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ فلاں فلاں فرقے کو غیر عیسائی یا غیر ہندو یا غیر مسلم قرار دینے پر غور کرے۔ وَ عَلٰی هٰذَا الْقِيَاس۔



ج :- اگر جماعت احمدیہ کو بالخصوص زیر نظر رکھنے کی وجہ حالیہ فسادات ہیں تو اس دلیل کی رُو سے پاکستان میں اب تک جتنے بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں ————— یا امکاناً ہو سکتے ہیں ————— ان سب کے بارہ میں بھی اسی پہلو سے غور کرنا ضروری اور مناسب ہوگا۔

د :- دُنیا کی دیگر اسمبلیوں کو بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بعض مسلمان فرقوں کو اُن کے بعض عقائد کی رُو سے غیر مسلم قرار دے دیں۔ مثلاً ہندوستان کی قومی اسمبلی کا حق تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان فرقوں کو یکے بعد دیگرے اُن فتاویٰ کی بناء پر جو اُن کے خلاف دیئے گئے غیر مسلم قرار دے کر ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت میں جذب کرے۔ (یاد رہے کہ اکثر ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں)

ه :- اسی طرح عیسائی حکومتیں اپنی عددی اکثریت کے حق کو استعمال کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرنے کی مجاز بھی ہوں گی کہ مسلمانوں کو اقلیت قرار دے کر شہری حقوق سے محروم کر دیں۔

یاد رہے کہ اس وقت پاکستان میں عیسائی یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ انہیں شہری حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے (دیکھئے پریس ریلیز جوشوا فضل الدین تئمہ ۳) ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا صورتیں عقلاً قابل قبول نہیں ہو سکتیں اور شمول پاکستان دُنیا کے مختلف ممالک میں اُن گنت فسادات اور خرابیوں کی راہ کھولنے کا موجب ہو جائیں گی۔

### قومی اسمبلی اور مذہبی اُمور پر فیصلہ کی اہلیت

کوئی قومی اسمبلی اس لئے بھی ایسے سوالات پر بحث کی مجاز قرار نہیں دی جاسکتی کہ کسی بھی قومی اسمبلی کے ممبران کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ وہ مذہبی اُمور پر فیصلے کے اہل بھی ہیں کہ نہیں؟ دُنیا کی اکثر اسمبلیوں کے ممبران سیاسی منشورے کر رائے دہندگان کے پاس جاتے ہیں اور ان کا انتخاب سیاسی اہلیت کی بناء پر ہی کیا جاتا ہے۔ خود پاکستان میں بھی ممبران اسمبلی کی بھاری اکثریت سیاسی منشور کی بناء پر اور علماء کے فتویٰ کے علی الرغم منتخب کی گئی۔

پس ایسی اسمبلی کو یہ حق کیسے حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ کسی فرقہ کے متعلق یہ فیصلہ کرے کہ اس کا مذہب کیا ہے؟ یا کسی ایک عقیدہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ فلاں عقیدہ کی رو سے فلاں شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کسی اسمبلی کی اکثریت کو محض اس بناء پر کسی فرقہ یا جماعت کے مذہب کا فیصلہ کرنے کا مجاز قرار دیا جائے کہ وہ ملک کی اکثریت کی نمائندہ ہے تو یہ موقف بھی نہ عقلاً قابل قبول ہے نہ فطرتاً نہ مذہباً — اس قسم کے امور خود جمہوری اصولوں کے مطابق ہی دنیا بھر میں جمہوریت کے دائرہ اختیار سے باہر قرار دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح تاریخ مذہب کی رو سے کسی عہد کی اکثریت کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ کسی کے مذہب کے متعلق کوئی فیصلہ دے — اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو نعوذ باللہ دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے متعلق ان کے عہد کی اکثریت کے فیصلے قبول کرنے پڑیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ظالمانہ تصور ہے جسے دنیا کے ہر مذہب کا پیروکار بلا توقف ٹھکرا دے گا۔

## قرآن کریم اور ارشادات نبویؐ کا واضح ثبوت

قرآن کریم اور ارشادات نبویؐ کی رو سے بھی کسی کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ جبراً کسی کا مذہب تبدیل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا اكْرَاهَا فِي الدِّينِ (البقرہ: ۲۵۶) یعنی ”دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر (جائز) نہیں“ اگر جسمانی ایذا رسانی کے ذریعے زبردستی کسی کا مذہب تبدیل کیا گیا ہو جبکہ اَلَا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ (النحل: ۱۰۶) دل حسب سابق ایمان پر قائم ہو تو ایسا طریق بھی لَا اكْرَاهَا فِي الدِّينِ کی تعلیم کے منافی ہے۔ اور زبردستی کسی مسلمان کو غیر مسلم یا ہندو کو مسلم قرار دینا بھی جبکہ اول الذکر اسلام پر شرح صدر رکھتا ہو اور مؤخر الذکر ہندو مذہب پر تو یہ بھی آیت لَا اكْرَاهَا فِي الدِّينِ کی نافرمانی میں داخل ہوگا — اسکی مزید تائید آیت وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْفَىٰ اِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء: ۹۴) کر رہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو تمہیں مسلمانوں کی طرح ”السلام علیکم“ کہے اُسے یہ کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں کہ تو مومن نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان یہی ہے کہ جو شخص توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرے اس پر یہ الزام



لگانا کہ وہ زبان سے تو اقرار کر رہا ہے مگر دل سے منکر ہے لہذا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اپنے حد اختیار سے تجاوز کرنا ہے۔ چنانچہ ذیل کی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بالبدایت اس امر پر روشنی ڈال رہی ہے:-

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح صبح اُن کے چشموں پر ہی اُن کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اس کو جالیا اور اسے مغلوب کر لیا تو وہ بول اُٹھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) اس بات سے میرا انصاری ساتھی اس سے رُک گیا لیکن میں نے اس پر نیزے کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اے اُسامہ کیا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ لینے کے باوجود تم نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لئے (یہ الفاظ) کہہ رہا تھا۔ آپ بار بار یہ دُہراتے جاتے تھے یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبکہ اس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کر لیا پھر بھی تُو نے اُسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ کیوں نہ تُو نے اُس کا دل چیر کر دیکھا کہ اُس نے دل سے کہا ہے یا نہیں؟ حضور نے یہ بات اتنی بار دُہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا۔

(بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی اُسامة بن زید الى الحرقات من جہینة ص ۱۱)

## قراردوں پر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک بنیادی اعتراض

اس سلسلہ میں نہایت ادب سے یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ نیشنل اسمبلی کے سامنے جس صورت میں موجودہ ریزولوشن پیش ہوا ہے اس پر اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک نہایت اہم اور بنیادی اعتراض وارد



ہوتا ہے جس کی روشنی میں موجودہ قرار داد پر غور کرنے سے قبل اس نکتہ استحقاق کا فیصلہ ضروری ہے۔  
 وہ یہ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ  
 ”سَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً“ کہ میری  
 اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔

حضرت محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ جو مسلمانان حجاز کی بھاری اکثریت اور اعلیٰ حضرت شاہ فیصل کے  
 عقیدہ کے مطابق بارہویں صدی کے مجدد تھے مندرجہ بالا حدیث درج کر کے ارشاد فرماتے ہیں :-  
 ”فَهَذِهِ الْمَسْئَلَةُ أَجَلُ الْمَسَائِلِ فَمَنْ فَهِمَهَا فَهُوَ الْفَقِيهُ وَمَنْ عَمِلَ بِهَا  
 فَهُوَ الْمُسْلِمُ“

(مختصر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۳، ۱۴۔ الامام محمد بن عبد الوہاب مطبوعہ قاہرہ)  
 یعنی تہتر فرقوں میں سے بہتر کے ناری اور ایک کے جہنمی ہونے کا مسئلہ ایک عظیم الشان مسئلہ  
 ہے جو اسے سمجھتا ہے وہی فقیہ ہے اور جو اس پر عمل کرتا — یعنی بہتر فرقوں کو عملاً ناری اور ایک  
 کو جہنمی قرار دیتا ہے صرف اور صرف وہی مسلمان ہے۔

جماعت اسلامی کا مشہور آرگن ”ترجمان القرآن“ بابت جنوری ۱۹۴۵ء لکھتا ہے :-  
 ”اسلام میں اکثریت کا کسی بات پر متفق ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے نہ اکثریت کا نام  
 سوادِ اعظم ہے نہ ہر بھیڑ جماعت کے حکم میں داخل ہے اور نہ کسی مقام کے مولویوں کی جماعت  
 کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے..... اس مطلب کی تائید اس حدیث نبوی سے ہوتی ہے  
 جو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے :-

إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي  
 عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً. كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً. قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ  
 اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

یعنی بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جو سب کے سب جہنم میں پڑ جائیں گے بجز ایک کے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون لوگ ہوں گے یا رسول اللہ؟

آپ نے فرمایا وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے۔  
یہ گروہ نہ کثرت میں ہو گا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا بلکہ اس اُمت کے تہتر فرقوں میں سے ایک ہو گا اور اس معمور دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہو گی جیسا کہ فرمایا ہے۔

بَدَّءَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَّءَ فَطُوْبِي لِلْغُرَبَاءِ۔

..... پس جو جماعت محض اپنی کثرت تعداد کی بناء پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے..... اس کے لئے تو اس حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی۔“

(ترجمان القرآن جنوری، فروری ۱۹۴۵ء صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶ مرتبہ سید ابوالاعلیٰ مودودی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان کے بالکل برعکس اپوزیشن کے علماء کی طرف سے پیش کردہ ریزولوشن یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے بہتر فرقے تو جنتی ہیں اور صرف ایک دوزخی ہے جو قطعی طور پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے خلاف اور آپ کی صریح گستاخی کے مترادف ہے۔

لہذا موجودہ شکل میں اس ریزولوشن پر غور کرنا بلکہ پیش کیا جانا اسلامی مملکت پاکستان کی معزز قومی اسمبلی کو ہرگز زیب نہیں دیتا البتہ اگر یہ قرار داد اس رنگ میں پیش ہو کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی



میں واحد ناجی فرقہ کا تعین کیا جائے جو اس معمور دنیا میں اجنبی اور اقلیت میں ہوگا تو ایسا کرنا عین منشاء نبوی کے مطابق ہوگا۔

## حق و صداقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی درخواست

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں ہم مؤدبانہ مگر پُر زور گزارش کرتے ہیں کہ پاکستان کی قومی اسمبلی ایسے معاملات پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے سے گریز کرے جن کے متعلق فیصلہ کرنا اور غور کرنا بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور اور پاکستان کے دستور اساسی کے خلاف ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم اور ارشادات نبوی کے بھی سراسر منافی ہے اور بہت سی خرابیوں اور فساد کو دعوت دینے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ مزید برآں پاکستان کی قومی اسمبلی کی قائم کردہ یہ مثال دیگر ممالک میں بسنے والے اقلیتی مذاہب اور فرقوں کے لئے شدید مشکلات کا موجب بن سکتی ہے بہر حال اگر پاکستان کی قومی اسمبلی مندرجہ بالا گزارشات کو نظر انداز کرتے ہوئے خود کو اس امر کا مجاز تصور کرے کہ وہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے کسی بھی فرقہ کو کسی عقیدہ یا قرآن کریم کی کسی آیت کی مختلف تشریح کی بناء پر دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے کی مجاز ہے تو ہم یہ تجویز کریں گے کہ ایسی صورت میں حتی المقدور احتیاط برتی جائے اور عقل و انصاف کے تقاضوں کو حد امکان تک پورا کیا جائے اور ہرگز ایسے رنگ میں اس مسئلہ پر ہاتھ نہ ڈالا جائے کہ غیر جانبدار دنیا کی نظر میں یہ معاملہ تضحیک کا موجب ہو اور قومی وقار کو ٹھیس پہنچانے کا باعث بنے۔

سربراہ قوم جناب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے بھی قوم سے اپنی نشری تقریر بتاریخ ۳۱ مئی میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ زیر نظر مسئلہ کو عہدگی اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق حل کیا جائے گا۔ قوم کے سربراہ کے اس حتمی وعدہ کی بناء پر قومی اسمبلی پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے انصاف اور معقولیت کے تقاضوں کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔



مُسلماں کی تعریف

اور

جماعتِ اِحْتِشَادِیہ کا موقف

## مسلمان کی تعریف اور جماعت احمدیہ کا موقف

دُنیا بھر میں یہ ایک مسئلہ امر ہے کہ کسی فرد یا گروہ کی نوع معین کرنے سے قبل اس نوع کی جامع و مانع تعریف کر دی جاتی ہے جو ایک کسوٹی کا کام دیتی ہے اور جب تک وہ تعریف قائم رہے اس بات کا فیصلہ آسان ہو جاتا ہے کہ کوئی فرد یا گروہ اس نوع میں داخل شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس لحاظ سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس مسئلے پر مزید غور سے قبل مسلمان کی ایک جامع و مانع متفق علیہ تعریف کی جائے جس پر نہ صرف مسلمانوں کے تمام فرقے متفق ہوں بلکہ ہر زمانے کے مسلمانوں کا اس تعریف پر اتفاق ہو۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل تنقیحات پر غور کرنا ضروری ہوگا:-

۱:- کیا کتاب اللہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمان کی کوئی تعریف ثابت ہے جس کا اطلاق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلا استثناء کیا گیا ہو؟ اگر ہے تو وہ تعریف کیا ہے؟

ب:- کیا اس تعریف کو چھوڑ کر جو کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اس کا اطلاق ثابت ہو۔ کسی زمانہ میں بھی کوئی اور تعریف کرنا کسی کے لئے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟

ج:- مذکورہ بالا تعریف کے علاوہ مختلف زمانوں میں مختلف علماء یا فرقوں کی طرف سے اگر مسلمان کی کچھ دوسری تعریفات کی گئی ہیں تو وہ کون کونسی ہیں؟ اور اول الذکر شق میں بیان کردہ تعریف کے مقابل پرانکی کیا شرعی حیثیت ہوگی؟

د:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتنہ ارتداد کے وقت کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا آپ کے صحابہؓ نے یہ ضرورت محسوس فرمائی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج شدہ تعریف میں کوئی ترمیم کریں؟

ر:- کیا زمانہ نبوی یا زمانہ خلافت راشدہ میں کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے کہ کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ



رَسُولُ اللّٰہ کے اقرار کے اور دیگر چار ارکانِ اسلام یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج پر ایمان لانے کے باوجود کسی کو غیر مسلم قرار دیا گیا ہو؟

س :- اگر اس بات کی اجازت ہے کہ پانچ ارکانِ اسلام پر ایمان لانے کے باوجود کسی کو قرآن کریم کی بعض آیات کی ایسی تشریح کرنے کی وجہ سے جو بعض دیگر فرقوں کے علماء کو قابلِ قبول نہ ہو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے۔ یا ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دائرۃ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے جو بعض دیگر فرقوں کے نزدیک اسلام کے منافی ہے تو ایسی تشریحات اور عقائد کی تعیین بھی ضروری ہوگی تاکہ مسلمان کی مثبت تعریف میں یہ شق داخل کر دی جائے کہ پانچ ارکانِ اسلام کے باوجود اگر کسی فرقہ کے عقائد میں یہ یہ امور داخل ہوں تو وہ دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔

ص :- پانچ ارکانِ اسلام پر ایمان کے باوجود اگر مسلمان فرقوں کی تکفیر کا کوئی ایسا دروازہ کھول دیا جائے جس کا ذکر شق ”ز“ میں ہے تو ایسے تمام امور پر نظر کرنا عقلاً اور انصافاً ضروری ہے جن پر بناء کرتے ہوئے مختلف علماء نے اپنے فرقہ کے علاوہ دیگر فرقوں کو قطعاً کافر، مرتد یا دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا — مثال کے طور پر چند امور درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

۱ :- قرآن کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے کا عقیدہ۔ (اشاعرہ - حنابلہ)

ب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں بلکہ نورِ لقیں کرنا۔ (بریلوی)

ج :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نہیں بلکہ بشرِ لقیں کرنا۔ (الحدیث)

د :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان رکھنا کہ حاضر ناظر بھی ہیں اور عالم الغیب بھی۔ (بریلوی)

ه :- یہ ایمان رکھنا کہ فوت شدہ بزرگان سے امداد طلب کرنا جائز ہے اور بہت سے وفات یافتہ اولیاء

یہ طاقت رکھتے ہیں کہ عند الطلب کسی کی مراد پوری کر سکتے ہیں۔ (بریلوی)

و :- یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کے سوا شریعت میں کوئی اور چیز معتبر نہیں لہذا ہم سنتِ رسول اور احادیث

رسول کی پیروی کے پابند نہیں خواہ کیسے ہی تواتر اور قوی روایات سے ہم تک پہنچی

ہوں۔ (چکڑالوی۔ پرویزی)

ز :- یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کے تیس پاروں میں درج سورتوں کے علاوہ بھی کچھ سورتیں ایسی نازل ہوئی تھیں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر پایا جاتا تھا لیکن وہ سورتیں ضائع کر دی گئیں لہذا جو قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہ مکمل صورت میں ہم تک نہیں پہنچا۔

(غالی شیعہ)

ح :- یہ عقیدہ رکھنا کہ جماعت خانوں میں پنجوقتہ نماز کی بجائے کسی بزرگ کی تصویر سامنے رکھ کر مناجات کرنا جائز ہے اور خدا سے مخاطب ہونے کی بجائے اس بزرگ کی تصویر سے مخاطب ہو کر دعا کرنی جائز ہے اور یہی دعا نماز کے قائم مقام ہے۔ (اسمعیلی فرقہ)

ط :- یہ عقیدہ رکھنا کہ بیچ تن پاک اور چھ دیگر صحابہؓ کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ بشمولیت خلفائے راشدین ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب اسلام سے برگشتہ ہو چکے تھے اور عیاذ باللہ منافق کا درجہ رکھتے تھے۔ نیز یہ عقیدہ کہ پہلے تین خلفاء نعوذ باللہ غاصب تھے اس لئے ان پر تبرا کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ (شیعہ)

ی :- کسی بزرگ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا اس میں عارضی یا مستقل طور پر حلول فرما چکا ہے۔

(حلولی فرقہ)

مندرجہ بالا تنقیحات پر غور کرنا اس لئے ضروری ہے کہ قطعی اور ٹھوس شواہد سے یہ ثابت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق مختلف مسلمان فرقوں کے علماء اور مجتہدین قطعی فتویٰ صادر فرما چکے ہیں کہ ایسے عقائد کے حامل خواہ دیگر ضروریات دین پر ایمان بھی رکھتے ہوں یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے گف میں شک کرنے والا بھی بلاشبہ خارج از اسلام قرار دیا جائے گا۔

اس ضمن میں بعض فتاویٰ ضمیمہ نمبر ۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

مندرجہ بالا امور کی روشنی میں ہم پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ اگر حقیقتاً عقل اور انصاف کے تقاضوں کو



پیش نظر رکھتے ہوئے اسلام میں جماعت احمدیہ کی حیثیت پر غور فرمانا مقصود ہے یا اسلام میں آیت خاتم النبیین کی کسی تشریح کے قائل ہونے والے کسی فرد یا فرقہ کی حیثیت کا تعین کرنا مقصود ہے تو پھر ایسا پیمانہ تجویز کیا جائے جس میں ہر منافی اسلام عقیدہ رکھنے والے کے گھر کو مایا جاسکتا ہو اور اس پیمانہ میں جماعت احمدیہ کیلئے بہر حال کوئی گنجائش نہیں۔

مندرجہ بالا تمام سوالات کے بارے میں جماعت احمدیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

اول :- جماعت احمدیہ کے نزدیک مسلمان کی صرف وہی تعریف قابل قبول اور قابل عمل ہو سکتی ہے جو قرآن عظیم سے قطعی طور پر ثابت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طور پر مروی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسی پر عمل ثابت ہو۔ اس اصل سے ہٹ کر مسلمان کی تعریف کرنے کی جو بھی کوشش کی جائے گی وہ رخنوں اور خرابیوں سے مبرا نہیں ہوگی بالخصوص بعد کے زمانوں میں (جب کہ اسلام بڑھتے بڑھتے بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گیا) کی جانے والی تمام تعریفیں اس لئے بھی رد کرنے کے قابل ہیں کہ ان میں آپس میں تضاد پایا جاتا ہے اور بیک وقت ان سب کو قبول کرنا ممکن نہیں — اور کسی ایک کو اختیار کرنا اس لئے ممکن نہیں کہ اس طرح ایسا شخص دیگر تعریفوں کی رو سے غیر مسلم قرار دیا جائے گا اور اس دلدل سے نکلنا کسی صورت میں ممکن نہیں رہے گا۔ جسٹس محمد منیر نے ۱۹۵۳ء کی انکوائری کے دوران جب مختلف علماء سے مسلمان کی تعریف پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا تو افسوس ہے کہ کوئی دو عالم بھی کسی ایک تعریف پر متفق نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس بارے میں جسٹس منیر صاحب افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”علماء کی طرف سے کی گئی مختلف تعریفوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا اس امر کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم کسی قسم کا تبصرہ کریں سوائے اس کے کہ کوئی بھی دو عالمان دین اس بنیادی مسئلہ پر متفق نہیں — اگر ہم بھی ایک عالم دین کی طرح اپنی طرف سے ایک تعریف کریں اور وہ باقی تمام تعریفوں سے مختلف ہو تو ہم خود بخود دائرۃ اسلام سے خارج

ہو جائیں گے — اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی طرف سے کی گئی تعریف اختیار کریں تو ہم اس عالم کے نظریہ کے مطابق تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسری ہر تعریف کے مطابق کافر۔“  
(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات ۱۹۵۳ء ص ۲۱۸)

جسٹس منیر جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مسلمان کی تعریف کے بارے میں رپورٹ کی تدوین تک کبھی کوئی ایسا اجماع نہیں ہوا جسے سلف صالحین کی سند حاصل ہو لہذا آج اگر کوئی بظاہر متفق علیہ تعریف پیش کی جائے تو اسے اُمت کی اجماعی تعریف ہرگز قرار نہیں دیا جائے گا اور اُسے سلف صالحین کی سند حاصل نہیں ہوگی۔

پس جماعت احمدیہ کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کی وہی دستوری اور آئینی تعریف اختیار کی جائے جو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی اور جو اسلامی مملکت کے لئے ایک شاندار چارٹر کی حیثیت رکھتی ہے جس کے لئے ہم تین احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں :-  
۱۔ حضرت جبریل علیہ السلام آدمی کے بھیس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضور سے پوچھا :-

”يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحَجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا. قَالَ صَدَقْتَ. فَعَجَبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ“

(مسلم کتاب الایمان)

۲۔ ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرِ الرَّأْسِ نَسَمٌ دَوِيٍّ صَوِيٍّ وَلَا نَفَقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا؟ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ ۖ (صحيح بخاری کتاب الایمان جلد ۱ ص ۱۷۱ مصری)

ترجمہ حدیث ۱ :- کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے بارے میں مطلع فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں نیز یہ کہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر راستہ کی توفیق ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس شخص نے کہا کہ حضورؐ نے بجا فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں اس پر تعجب آیا کہ سوال بھی کرتا ہے اور جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ مجھے ایمان کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ پر ایمان لائیں۔ اُس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر ایمان لائیں۔ نیز یوم آخر پر ایمان لائیں اور قضاء و قدر کے بارے میں خیر و شر پر بھی ایمان لائیں۔ اُس شخص نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا ہے۔

ترجمہ حدیث ۲ :- اہل نجد میں سے ایک شخص پر اگندہ بالوں والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہم اس کی آواز کی گنگناہٹ تو سنتے تھے مگر اس کی باتوں کو نہیں سمجھتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص زیادہ قریب ہو گیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضورؐ سے اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں مقرر ہیں۔ اس نے کہا کہ ان پانچ کے علاوہ اور بھی نمازیں ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں بجز اس کے کہ

تم بطور نفل ادا کرنا چاہو حضورؐ نے پھر فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے پوچھا کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور بھی روزے فرض ہیں حضورؐ نے فرمایا نہیں سوائے اسکے کہ تم بطور نفل رکھنا چاہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی اور ہے حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں سوائے اس کے کہ تم بطور نفل زیادہ ادا کرنا چاہو۔ وہ شخص مجلس سے اٹھ کر چل پڑا اور یہ کہہ رہا تھا کہ بخدا میں ان احکام پر نہ زیادہ کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے اس قول میں سچا ثابت ہو تو ضرور کامیاب ہو جائے گا۔

س۔ ”مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تَخْفَرُوا اللَّهَ فِي ذِمَّتِهِ“

(بخاری جلد اول باب فضل استقبال القبلة)

”جس شخص نے وہ نماز ادا کی جو ہم کرتے ہیں۔ اُس قبلہ کی طرف رخ کیا جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے جسے کے لئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کا ذمہ ہے۔ پس تم اللہ کے دئے ہوئے ذمے میں سے اس کے ساتھ دغا بازی نہ کرو۔“

ہمارے مقدس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس تعریف کے ذریعہ آنحضورؐ نے نہایت جامع و مانع الفاظ میں عالمِ اسلامی کے اتحاد کی بین الاقوامی بنیاد رکھ دی ہے اور ہر مسلمان حکومت کا فرض ہے کہ اس بنیاد کو اپنے آئین میں نہایت واضح حیثیت سے تسلیم کرے ورنہ امتِ مسلمہ کا شیرازہ ہمیشہ بکھرا رہیگا اور فتنوں کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا۔ قرونِ اولیٰ کے بعد گزشتہ چودہ صدیوں میں مختلف زمانوں

۱۔ حدیثِ نبویؐ کا یہ ترجمہ جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے رسالہ ”دستوری سفارشات پر تنقید“ صفحہ ۱۵۱ء



میں مختلف علماء نے اپنی من گھڑت تعریفوں کی رُو سے کُفر کے جو فتاویٰ صادر فرمائے ہیں ان سے ایسی بھیانک صورتِ حال پیدا ہوئی ہے کہ کسی ایک صدی کے بزرگانِ دین، علمائے کرام، صوفیاء اور اولیاء اللہ کا اسلام بھی ان تعریفوں کی رُو سے پنج نہیں سکا اور کوئی ایک فرقہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جس کا کُفر بعض دیگر فرقوں کے نزدیک مستلزم نہ ہو۔ اس ضمن میں ضمیمہ نمبر ۱۰ لکھا گیا جاتا ہے۔

## فتاویٰ کُفر کی حیثیت

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فتاویٰ کُفر کی کیا حیثیت ہے اور کیا کوئی عالمِ دین انفرادی حیثیت سے یا اپنے فرقہ کی نمائندگی میں کسی دوسرے فرد یا فرقہ پر کُفر کا فتویٰ دینے کا مجاز ہے یا نہیں اور ایسے فتاویٰ سے اُمتِ مسلمہ کی اجتماعی حیثیت پر کیا اثر پڑے گا؟

جماعتِ احمدیہ کے نزدیک ایسے فتاویٰ کی حیثیت اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ بعض علماء کے نزدیک بعض عقائد اس حد تک اسلام کے منافی ہیں کہ ان عقائد کا حامل عند اللہ کا فر قرار پاتا ہے اور قیامت کے روز اس کا حشرِ نشر مسلمانوں کے درمیان نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے ان فتاویٰ کو اس دُنیا میں محض ایک انتباہ کی حیثیت حاصل ہے اور جہاں تک دُنیا کے معاملات کا تعلق ہے کسی شخص یا فرقے کو اُمتِ مسلمہ کے وسیع تر دائرہ سے خارج کرنے کا اہل یا مجاز قرار نہیں دیا جاسکتا یہ معاملہ خدا اور بندے کے درمیان ہے اور اس کا فیصلہ قیامت کے روز جزا سزا کے دن ہی ہو سکتا ہے دُنیا کے معاملات میں ان فتاویٰ کا اطلاق اُمتِ مسلمہ کی وحدت کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور کسی فرقے کے علماء کے فتویٰ کے پیشِ نظر کسی دوسرے فرقہ یا فرد کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

یہ موقف کہ ایک فرقہ کے کُفر کے بارے میں اگر باقی تمام فرقوں کا اتفاق ہو جائے تو ایسی صورت میں دائرہ اسلام سے اس فرقہ کا اخراج جائز قرار دیا جاسکتا ہے اس بناء پر غلط اور نامعقول ہے کہ (جیسا کہ

ضمیمہ میں درج شدہ فتاویٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا، عملاً مسلمانوں کے ہر فرقہ میں کچھ نہ کچھ اعتقادات ایسے پائے جاتے ہیں جن کے متعلق اکثر فرقوں کا یہ اتفاق ہے کہ ان کا حامل دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ صورت حال آسمانی حکم و عدل کا تقاضہ کرتی ہے۔

اگر آج بعض اختلافات کی بناء پر جماعت احمدیہ کے خلاف دیگر تمام فرقوں کا اتفاق ممکن ہے تو کل اہل تشیع کے خلاف ان کے بعض خصوصی عقائد کے بارے میں بھی ایسا ہونا ممکن ہے۔ اور اہل قرآن المؤمنون چکڑاوی یا پرویزی کے متعلق بھی ایسا ہو سکتا ہے اور اہل حدیث، وہابی یا دیوبندیوں کے بعض عقائد کے متعلق بھی دیگر فرقوں کے علماء کا عملاً اتفاق ہے۔ پس سوادِ اعظم کا لفظ ایک مبالغہ آمیز تصور ہے۔ کسی ایک فرقہ کو خاص طور پر مد نظر رکھا جائے تو اس کے مقابل پر دیگر تمام فرقے سوادِ اعظم کی حیثیت اختیار کر جائیں گے اور اس طرح باری باری ہر ایک فرقہ کے خلاف بقیہ سوادِ اعظم کا فتویٰ کفر ثابت ہوتا چلا جائے گا۔

ہمارے نزدیک یہ فتاویٰ ظاہر پر مبنی ہیں اور فی ذاتہ ان کو جنت کا پروانہ یا جہنم کا وارنٹ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جہاں تک حقیقتِ اسلام کا تعلق ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں حقیقتی مسلمان کی تعریف درج کرتے ہیں :-

”اصطلاحی معنی اسلام کے وہ ہیں جو اس آیت کریمہ میں اُس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سوئپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔



”اعتقادی“ طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی طاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور عملی طور پر اس طرح سے کہ خالصاً اللہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خدا داد توفیق سے وابستہ ہیں، بجا لاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے.....

اب آیاتِ ممدوحہ بالا پر ایک نظر غور ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود مع اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقتِ کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا علم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیت اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدقِ قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قویٰ الہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارج الحق ہیں۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقتِ اسلام ہے دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجائیں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اُس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبادت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بہ دل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدود اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادتِ تمام سر پر اٹھایا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اُس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اُس کی ملکوت اور سلطنت کے علومِ تہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اُس کے آلاء اور نعماء کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں۔ دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اُس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور باربرداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جاوے دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھائیں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقبِ اہلِ اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انسانیت سے معہ اُس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اُسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔

پس حقیقی طور پر اُسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا کہ جب اُس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اُس کے نفسِ اتارہ کا نقشِ ہستی مع اُس کے تمام جذبات کے یک دفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد مَحْسَنِ اللہ ہونے کے نئی زندگی اُس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی



پاک زندگی ہو جو اُس میں بجز طاعتِ خالق اور ہمدردیِ مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔  
 خالق کی طاعتِ اس طرح سے کہ اُس کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کیلئے بے عزتی  
 اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اُس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں  
 موتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی  
 خاطر کاٹ سکے اور اُس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی  
 نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم  
 کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیئے۔ غرض اس کی مرضی  
 ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں  
 سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔  
 اور خلقِ اللہ کی خدمتِ اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ  
 اور طرق کی راہ سے قسامِ ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے۔ ان تمام امور میں محض  
 اللہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو  
 نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و  
 آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگاوے۔

سو یہ عظیم الشان للہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور  
 حقیقتِ تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لبِ لباب  
 ہے جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۷ تا ۶۲)



مقامِ خاتم النبیین ﷺ

اور

حضرت بابائی سلسلہ احمدیہ کی عارفانہ تحریرات



## انکار ختم نبوت کے الزام کا تجزیہ

یہ الزام بالبداهت غلط ہے اور افتراء پر دازی کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ آیت ”خاتم النبیین“ کی منکر ہے اور آنحضور حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ”خاتم النبیین“ تسلیم نہیں کرتی۔ تعجب ہے کہ

یہ الزام مسلمانوں

میں سے ایک ایسی

جاتا ہے جو یہ پختہ

قرآن کریم کی ایک

یا ایک نقطہ بھی منسوخ

برعکس دیگر فرقوں

قرآن کی بعض آیات

کے ذریعہ منسوخ

ان کی مثال گویا انسانی

کی سہی ہے۔ پھر کیا یہ

کہ قرآن کریم میں پانچ سے لے کر پانچ صد آیات تک منسوخ ماننے والے فرقے ایک ایسے فرقے پر قرآن کریم کی کسی

آیت کے انکار کا الزام لگا رہے ہیں جو پانچ تو درکنار ایک آیت کے ایک نقطہ تک کی تفسیر کا قائل نہیں

ماطقہ سمر بکریاں کہ اسے کیا کہئے

زبردستی اور دھونس کے سوا اسے اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ اصرار

کیا جاتا ہے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اسی کی بار بار ہمیں بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے تلقین کی گئی ہے کہ

قرآن خدا کی آخری اور کامل کتاب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے آخری اور کامل رسول اور خاتم النبیین

”ہمارے مذہب کا خلاصہ اور کتبے کباب ہے یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزرانے سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ”خاتم النبیین“ و غیر المرسلین“ ہیں جس کے ہاتھ سے اکمال دیئے ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ تمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راستے کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔“  
(ازالہ اوہام)

یہ الزام مسلمانوں

میں سے ایک ایسی

جاتا ہے جو یہ پختہ

قرآن کریم کی ایک

یا ایک نقطہ بھی منسوخ

برعکس دیگر فرقوں

قرآن کی بعض آیات

کے ذریعہ منسوخ

ان کی مثال گویا انسانی

کی سہی ہے۔ پھر کیا یہ

کہ قرآن کریم میں پانچ سے لے کر پانچ صد آیات تک منسوخ ماننے والے فرقے ایک ایسے فرقے پر قرآن کریم کی کسی

آیت کے انکار کا الزام لگا رہے ہیں جو پانچ تو درکنار ایک آیت کے ایک نقطہ تک کی تفسیر کا قائل نہیں

ماطقہ سمر بکریاں کہ اسے کیا کہئے

زبردستی اور دھونس کے سوا اسے اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ اصرار

کیا جاتا ہے کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے اور اسی کی بار بار ہمیں بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے تلقین کی گئی ہے کہ

قرآن خدا کی آخری اور کامل کتاب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے آخری اور کامل رسول اور خاتم النبیین

ہیں تو مخالف علماء کی طرف سے ہمیں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ تم یہ کہنے کے باوجود کسی نہ کسی معنی میں نبی کے آنے کے امکان کو باقی سمجھتے ہو لہذا اس آیت کریمہ کے مفہوم کا انکار کرتے ہو۔ پس عملاً آیت ہی کے منکر شمار ہو گئے۔

مخالفین جماعت کا یہی وہ سب سے بڑا دھک ہے جس کے زور سے وہ جماعت احمدیہ کو اسلام کے دائرہ سے باہر وکیل دینے کا عزم لے کر اٹھے ہیں۔ آئیے ذرا ٹھنڈے دل سے اس الزام کی حقیقت کا جائزہ لیں اور بڑے تحمل اور انصاف کے ساتھ یہ فیصلہ کریں کہ یہ الزام لگانے والے کس حد تک حق بجانب ہیں اور کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خود ہی اپنے عائد کردہ الزام کی زد میں آ رہے ہوں اور بجا طور پر اس آیت کے منکر قرار دیئے جانے کے سزاوار ٹھہریں۔

جماعت احمدیہ کا موقف یہ ہے کہ ہم آیت خاتم النبیین کے تمام ایسے معانی پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن و حدیث اجماع سلف صالحین اور محاورہ عرب اور لغت عربی کے مطابق ہوں۔ ہم اس آیت کے لفظی معانی پر بھی ایمان لاتے ہیں اور حقیقی معنوں پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سب سے کامل ہیں۔ نبیوں کی مہر اور نبیوں کی زینت ہیں۔ نبوت کے سب کمالات آپ پر ختم ہو گئے اور ہر فضیلت کی گنجی آپ کو عظمائی گئی۔ آپ کی شریعت یعنی قرآن و سنت کا سکہ تاقیامت چلتا رہے گا اور دنیا کے ہر کونے پر محیط ہوگا اور ہر انسان اُسے ماننے کا مکلف ہوگا اور کوئی نہیں جو ایک شمشیر بھی اس شریعت کا منسوخ کر سکے۔ پس آپ آخری شریعت کے حامل رسول اور آخری واجب الطاعت امام ہیں۔ آپ سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں جسمانی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی۔ اور آپ کی اس ضرب خاتمیت سے کوئی نبی کسی پہلو سے بچ نہیں سکتا۔ آپ کے ظہور کے بعد یہ ممکن نہیں کہ کوئی پہلا نبی جسمانی لحاظ سے آپ کی ہم عصری میں زندہ رہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں عالم گزران سے کوچ فرما جائیں کہ کوئی دوسرا نبی جسمانی لحاظ سے زندہ سلامت موجود ہو اور نعوذ باللہ آپ کو جسمانی لحاظ سے ختم ہوتا ہوا دیکھنے کے بعد وفات پائے۔

حقیقی معنوں میں بھی آپ سب نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کسی پہلے نبی کا فیض



آپ کی بعثت کے بعد جاری رہے اور وہ کسی انسان کو کوئی ادنیٰ سا روحانی مقام بھی دلواسکے۔ آپ سب دوسرے نبیوں کے فیوض بند کرنے والے ہیں مگر خود آپ کے فیوض قیامت تک جاری رہیں گے اور وہ تمام روحانی فیوض اور انعام جو پہلے نبیوں کی متابعت سے انسانوں کو ملا کرتے تھے پہلے سے بڑھ کر قیامت تک آپ کے اور صرف آپ ہی کے دستِ کوثر سے انسانوں کو عطا ہوں گے۔ غرضیکہ ہم لفظی اور حقیقی ہر معنی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور بآداب اس تلخ حقیقت کی طرف توجہ مبذول کروانے کی جرات کرتے ہیں کہ منکرینِ حدیث کے سوا ہمارے تمام مخالف فرقوں کے علماء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معنوں میں خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے۔ وہ یہ کہنے کے باوجود کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کو ختم کر نیوالے ہیں یہ متضاد ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ بن مریم کو نہ تو جسمانی لحاظ سے ختم فرما سکے نہ ہی روحانی لحاظ سے۔ آپ کے ظہور کے وقت ایک ہی دوسرا نبی جسمانی لحاظ سے زندہ تھا مگر افسوس وہ آپ کی زندگی میں ختم نہ ہو سکا آپ وفات پا گئے لیکن وہ زندہ رہا۔ اور اب تو وصالِ نبویؐ پر بھی چودہ سو برس گزرنے کو آئے لیکن ہنوز وہ اسرائیلی نبی زندہ چلا آ رہا ہے۔ ذرا انصاف فرمائیے کہ خاتم کے جسمانی معنوں کے لحاظ سے حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھنے والوں کے نزدیک دونوں میں سے کون خاتم ٹھہرا۔ پھر یہی علماء روحانی لحاظ سے بھی عملاً مسیح ناصریؑ ہی کو خاتم تسلیم کر رہے ہیں کیونکہ یہ ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فیضِ رسانی کے لحاظ سے بھی مسیح ناصریؑ کی فیضِ رسانی کو ختم نہ فرما سکے۔ دیگر نبیوں کے فیض تو پہلے ہی ختم ہو چکے تھے اور نجات کی دوسری تمام راہیں بند تھیں۔ ایک مسیح ناصریؑ زندہ تھے مگر افسوس کہ ان کے فیض کی راہ بند نہ ہو سکی۔ یہی نہیں ان کی فیضِ رسانی کی قوت تو پہلے سے بھی بہت بڑھ گئی اور اُس وقت جبکہ اُمتِ محمدیہؐ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قوتِ قدسیہ کے باوجود خطرناک روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو گئی اور طرح طرح کے روحانی عوارض نے اُسے گھیر لیا تو براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ تو اس اُمتِ مرحومہ کو نہ بچا سکی ہاں بنی اسرائیل کے ایک رسول کے سچی دُموں نے اُسے موت کے چنگل سے نجات دلائی اور ایک نئی روحانی زندگی عطا کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا صریحاً اس سے یہ

ثابت نہیں ہوتا کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ رکھنے والے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افاضۂ فیض کے لحاظ سے بھی سب نبیوں کا ختم کرنے والا نہیں سمجھتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی نبی جو اُس وقت زندہ تھا اُس کی فیض رسانی کی قوت کو بھی آپ ختم نہ فرما سکے بلکہ نعوذ باللہ وہ اسرائیلی نبی اس حال میں فوت ہوا کہ اُمتِ محمدیہ کا آخری رُوحانی مُحسن بن چکا تھا۔

غور فرمائیے ! کہ کیا جسمانی اور رُوحانی دونوں معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتمِ النبیین تسلیم نہیں کیا جا رہا؟ کیا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتبہ گستاخی نہیں؟ کیا یہ آیت خاتمِ النبیین کی رُوح کو سبوتاژ کرنے کے مترادف نہیں؟ اور پھر بھی یہ دعویٰ ہے کہ احمدی خاتمِ النبیین کے مُنکر اور ہم خاتمِ النبیین کے قائل بلکہ محافظ ہیں۔ کیا دُنیا سے انصاف بالکل اُٹھ چکا ہے؟ کیا عقل کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے گا؟ کیا اس قضیے کو عدل کے ترازو پر نہیں تولایا جائے گا بلکہ محض عددی اکثریت کے زور پر حق و باطل اور اخروی نجات کے فیصلے ہوں گے؟ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ خدا ہرگز نہ کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن ایسا اگر ہو تو پھر تقویٰ اللہ کا دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیوں نہیں اسے جنگل کا قانون کہا جاتا اور کیوں اس نا انصافی کے لئے اللہ اور رسول کے مقدس نام استعمال کئے جاتے ہیں۔ ویرانے کا نام کوئی اچھا سا بھی رکھ لیں ویرانہ ویرانہ ہی رہے گا۔

ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ تم مطلق طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے اور تاویلیں کر کے ایک اُمتی اور ظلی نبی کے آنے کی راہ نکال لیتے ہو اور اس طرح ختمِ نبوت کو توڑنے کے مُرتکب ہو جاتے ہو۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک ایسے اُمتی نبی کا اُمتِ محمدیہ ہی میں پیدا ہونا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل غلام ہو اور اپنے ہر رُوحانی مرتبے میں سمرتا پا آپ ہی کے فیض کا مرہون منت ہو ہرگز آیت خاتمِ النبیین کے مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ فانی اور کامل غلام کو اپنے آقا سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ اپنے اس موقف کو قرآن حکیم سے، ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے، اقوالِ بزرگانِ اُمت



سے اور محاورہ عرب سے ثابت کریں اور اس سلسلہ میں ایک سیر حاصل بحث آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے مگر اس سے پہلے ہمیں رخصت دیجئے کہ ہم اُن لوگوں کا کچھ محاسبہ کریں جو ہم پر مہرِ نبوت کو توڑنے کا الزام لگاتے ہیں کہ خود ان کے عقیدہ کی حیثیت کیا ہے۔ وہ بظاہر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً بلا شرط و بلا استثناء ہر معنی میں آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی قسم کے نبی کی بھی آمد کے قائل نہیں لیکن ساتھ ہی اگر پوچھا جائے تو یہ اقرار کرنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں کہ ”سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو ضرور ایک دن اس اُمت میں نازل ہوں گے“

جب آپ ان پر یہ جرح کریں کہ ابھی تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آنحضور مطلقاً، بلا استثناء ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی بھی نہیں آئے گا تو پھر اب آپ کو یہ استثناء قائم کرنے کا حق کیسے مل گیا؟ تو اس کے جواب میں انتہائی بے معنی اور بے جان تاویل پیش کرتے ہیں کہ وہ چونکہ پہلے نبی تھے اس لئے ان کا دوبارہ آنا ختمِ نبوت کی مہر کو توڑنے کا موجب نہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ کیا وہ موسیٰ شریعت ساتھ لے کر آئیں گے تو جواب ملتا ہے نہیں بلکہ وہ بغیر شریعت کے آئیں گے۔ پھر جب پوچھا جائے کہ اس صورت میں اوامر و نواہی کا کیا بنے گا؟ کس بات کی نصیحت فرمائیں گے اور کس سے روکیں گے تو ارشاد ہوتا ہے کہ پہلے وہ اُمتِ محمدیہ کے ممبر بنیں گے پھر اس شریعت کے تابع ہو کر نبوت کریں گے۔ مزید سوالات کے جوابات ان کے اختیار میں نہیں کہ آیا مسیح ناصری کو شریعتِ محمدیہ کی تعلیم علماء دیں گے یا براہِ راست اللہ تعالیٰ سے وحی کے ذریعہ ان کو قرآن، حدیث اور سنت کا علم دیا جائے گا۔ لیکن یہ امر تو اس جرح سے قطعاً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ خود بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً آخری نبی نہیں مانتے بلکہ یہ استثناء رکھتے ہیں کہ ایسا نبی جو پُرانا ہو صاحبِ شریعت نہ ہو اُمتی ہو اور لفظاً لفظاً شریعتِ محمدیہ کا تابع ہو اور اسی کی تعلیم و تدریس کرے مہرِ نبوت کو توڑے بغیر بعدِ ظہورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آ سکتا ہے۔

ہم اہل عقل و دانش اور اہل انصاف سے یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا ایسا اعتقاد رکھنے والوں کے لئے کسی بھی منطق یا انصاف کی رُو سے یہ کہنا جائز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی کوئی

نبی نہیں آسکتا۔

بات دراصل یہ ہے کہ کیا ہم اور کیا ہمارے غیر تمام قائلین حدیث، فرمودات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی روشنی میں یہ عقیدہ رکھنے پر مجبور ہیں کہ "عیسیٰ نبی اللہ" اس اُمت میں نزول کریں گے۔ ہم قرآن و حدیث کی واضح تعلیم کے مطابق چونکہ یہ علم بھی رکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ناصری فوت ہو چکے ہیں اس لئے مذکورہ بالا فرمودات کا یہ مفہوم لیتے ہیں کہ آنے والا "عیسیٰ نبی اللہ" اُمتِ محمدیہ ہی میں آپ کے غلاموں میں سے پیدا ہوگا اور قرآن و حدیث اور اقوال بزرگان ہی سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنے والا موعود "نبی اللہ" بھی ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بھی ہوگا اور یہ عقیدہ خاتمیتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز منافی نہیں۔

لیکن دیگر علماء اس تاویل سے اپنے دل کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر پرانا نبی دوبارہ آجائے تو بوجہ اس کے کہ وہ پہلے پیدا ہوا تھا اور اسے پہلے نبوت عطا ہوئی تھی وہ آخری قرار نہیں دیا جاسکتا لہذا ایسے نبی کی آمد کا راستہ مہرِ نبوت کو توڑے بغیر کھلا رہتا ہے۔

اس استدلال کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ پہلے پیدا ہونے والا نبی آخری نبی قرار نہیں دیا جاسکتا جب ہم اس استدلال کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بھی انتہائی بودا اور لغو نظر آتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج اگر کسی بیس سالہ نوجوان کے سامنے کوئی بچہ پیدا ہو اور دیکھتے دیکھتے چند دن میں فوت ہو جائے پھر وہ نوجوان اسی سال بعد سو سال کی عمر میں وفات پائے تو مورخ کس کو آخری لکھے گا یعنی ہر صاحبِ فہم اور ذی ہوش و جو اس مورخ کس کو آخری قرار دے گا؟ اس بچے کو جو بعد میں پیدا ہوا مگر چند دن کی زندگی پا کر فوت ہو گیا یا اس پہلے پیدا ہونے والے انسان کو جو اس بچے کی وفات کے اسی سال بعد سو سال عمر پا کر فوت ہوا؟



افسوس کہ بعینہ یہی صورت ہمارے مخالف علمائے کرام پیش کر رہے ہیں اور انہیں اس منطق کا ہواپن نظر نہیں آ رہا۔ وہ نہیں دیکھتے کہ ان کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کم و بیش چھ صد سال کی تھی جب سید گونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں حضرت عیسیٰ کی زندگی میں ہی آپ کا وصال ہوا اور اس کے بعد اب تک چودہ سو سال مزید ہونے کو آئے کہ عیسیٰ نبی اللہ زندہ سلامت موجود ہیں۔ بتائیے کہ جب وہ نازل ہو کر اپنا مشن پورا کرنے کے بعد بالآخر فوت ہوں گے تو ایک غیر جانبدار مورخ زمانی لحاظ سے کس کو آخری قرار دے گا۔

جب علماء ظاہر کے نزدیک آیت خاتم النبیین زمانی اعتبار سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو آخری ہونے کا حق نہیں دیتی تو پھر زمانی اعتبار سے ہی علماء ظاہر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی قرار دینے کا کیا حق ہے؟ صرف منہ سے اس حقیقت کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا جب کہ وہ عملاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دنیا میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں سال بعد آنے والا سب سے آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے خاتمیتِ محمدیہ کے بارے میں جو جامع اور دلکش تصویر پیش فرمایا ہے وہ بالکل یگانہ اور بے نظیر ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی روشنی میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر مختلف پیرایوں میں اپنی کتب میں ایسے انداز میں بیان فرمائی ہے کہ اس کا ہر حصہ دعوتِ ایمان و عرفان دے رہا ہے گویا کہہ رہا ہے ع

دامنم می کشد کہ جا اینجا است

آپ نے کس قدر شاندار اور کتنی موثر اصطلاح بیان فرمائی کہ ہمارا خدا ایک زندہ خدا ہے ہماری کتاب قرآن مجید ایک زندہ کتاب ہے اور ہمارا رسول حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسول ہے۔ اُمتِ محمدیہ میں یہ اصطلاح پہلی مرتبہ آپ نے جاری فرمائی اور عشاقِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح طور پر خاتمیتِ محمدیہ سے متعارف کروایا۔

یہ تینوں بنیادی مسائل یعنی ایمان باللہ، ایمان بالکتاب اور ایمان بالرسول ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح پیوست ہیں اور باہم ایسا گہرا ربط رکھتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پس ممکن نہیں کہ ان میں سے ایک مضمون کے متعلق حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ کے اعتقادات اور نظریات کا جائزہ دوسرے متعلقہ مضامین کے ذکر کے بغیر کیا جاسکے۔ پس لازماً ہمیں ختم نبوت کے بارے میں بانیؑ سلسلہ کے فرمودات پر نظر ڈالنے سے قبل ہستی باری تعالیٰ اور قرآن عظیم کے متعلق آپ کے ایمان، اعتقادات اور نظریات پر بھی نظر کرنی پڑے گی ورنہ ختم نبوت کے بارے میں آپ کے تصور کا ادراک مکمل نہ ہو سکے گا۔

اب ہم ہستی باری تعالیٰ کے مضمون سے ابتداء کرتے ہوئے حضرت بانیؑ سلسلہ کے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں جو انشاء اللہ بعد ازاں ختم نبوت کے مضمون کو ذہن نشین کروانے میں ممد و معاون ثابت ہوں گے۔





ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان

از افادات

حضرت بابائی سلسلہ احمدیہؒ

## ذاتِ باری کا عرفان

از افادات

### حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب ”ثمرہ چشم آریہ“ میں فرماتے ہیں :-  
 ”کئی مقام پر قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظهرِ اتم الٰہیت ہیں ان کا کلام خدا کا کلام اور ان کا ظہور خدا کا ظہور اور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔“

”پس چونکہ قدیم سے اور جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی ہے خدا کا شناخت کرنا نبی کے شناخت کرنے سے وابستہ ہے اس لئے یہ خود غیر ممکن اور محال ہے کہ بجز ذریعہ نبی کے توحید مل سکے۔ نبی خدا کی صورت دیکھنے کا آئینہ ہوتا ہے اسی آئینہ کے ذریعہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اپنے تئیں دُنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو نبی کو جو اس کی قدرتوں کا مظہر ہے دُنیا میں بھیجتا ہے اور اپنی وحی اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی ربوبیت کی طاقتیں اس کے ذریعہ سے دکھلاتا ہے تب دُنیا کو پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ پس جن لوگوں کا وجود ضروری طور پر خدا کے قدیم قانونِ ازلی کے رُوسے خدا شناسی کے لئے ذریعہ مقرر ہو چکا ہے اُن پر ایمان لانا توحید کی ایک جُزو ہے اور بجز اس ایمان کے توحید کامل نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن نہیں کہ آسمانی نشانوں اور قدرتِ نما عجائبات کے جو نبی دکھلاتے ہیں اور معرفت تک پہنچاتے ہیں وہ خالص توحید جو چشمِ یقینِ کامل سے پیدا ہوتی ہے میسر آ سکے۔ وہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر



ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے  
ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہوتا ہے اس کا  
حاصل ہونا بغیر ذریعہ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے ویسا ہی خلافِ تجاربِ سالکین ہے۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)

”حضرات عیسائی خوب یاد رکھیں کہ مسیح علیہ السلام کا نمونہ قیامت ہونا سرِ مٹو ثابت نہیں اور نہ  
عیسائی جی اٹھے بلکہ مردہ اور سب مردوں سے اول درجہ پر اور تنگ و تاریک قبروں میں پڑے  
ہوئے ہیں اور شرک کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ نہ ایمانی رُوح اُن میں ہے نہ ایمانی رُوح  
کی برکت۔ بلکہ اُدنی سے اُدنی درجہ توحید کا جو مخلوق پرستی سے پرہیز کرنا ہے وہ بھی ان کو نصیب  
نہیں ہوا اور ایک اپنے جیسے عاجز اور ناتوان کو خالق سمجھ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ یاد رہے  
کہ توحید کے تین درجے ہیں۔ سب سے اُدنی درجہ یہ ہے کہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش نہ کریں۔ نہ  
پتھر کی، نہ آگ کی، نہ آدمی کی نہ کسی ستارہ کی۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسباب پر بھی ایسے نہ گریں کہ  
گویا ایک قسم کا اُن کو ربوبیت کے کارخانہ میں مستقل ذیل قرار دیں بلکہ ہمیشہ مسبب پر نظر رہے نہ  
اسباب پر۔ تیسرا درجہ توحید کا یہ ہے کہ تجلیاتِ الہیہ کا کامل مشاہدہ کر کے ہر ایک غیر کے وجود کو  
کا لعدم قرار دیں اور ایسا ہی اپنے وجود کو بھی۔ غرض ہر ایک چیز نظر میں فانی دکھائی دے۔ بحوالہ اللہ  
تعالیٰ کی ذاتِ کامل الصفات کے۔ یہی رُوحانی زندگی ہے کہ یہ مراتبِ ثلاثہ توحید کے حاصل ہو جائیں  
اب غور کر کے دیکھ لو کہ رُوحانی زندگی کے تمام جاودانی چشمے محض حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی طفیل دُنیا میں آئے ہیں۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۲۳، ۲۲۴)

”رُوحانی قالب کے کامل ہونے کے بعد محبتِ ذاتِ الہیہ کا شعلہ انسان کے دل پر ایک رُوح  
کی طرح پڑتا ہے اور دائمی حضور کی حالت اس کو بخش دیتا ہے۔ کمال کو پہنچتا ہے اور تب ہی رُوحانی  
حُسن اپنا پُورا جلوہ دکھاتا ہے لیکن یہ حُسن جو رُوحانی حُسن ہے جس کو حُسنِ معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے

ہیں۔ یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ حُسن بشرہ سے بہت بڑھ کر ہے کیونکہ حُسن بشرہ صرف ایک یاد و شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ رُوحانی حُسن جس کو حُسن معاملہ سے موصوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دُنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور قبولیتِ دُعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا رُوحانی حُسن والا انسان جس میں محبتِ الہیہ کی رُوح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا کرتا ہے اور اس دُعا پر پورا پورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں حُسن رُوحانی رکھتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے امر اور اذن سے اس عالم کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دُنیا کے ہر ایک ذرہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور اس کی دُعائیں ان تمام ذرات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبالو ہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علمِ طبعی اور فلسفہ میں نہیں اس کشش کے باعث ظاہر ہو جاتی ہیں اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانعِ مطلق نے عالمِ اجسام کو ذرات سے ترکیب دی ہے ہر ایک ذرے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرہ رُوحانی حُسن کا عاشق صادق ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی کیونکہ وہ حسنِ تجلی کا حق ہے۔ وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا اُسْجُدْ وَاِلَآدَمَ فَسَجَدْ وَاِلَآ اِبْلِیْسَ۔ اور اب بھی بہیرے ابلیس ہیں جو اسی حُسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔

نوحؑ میں وہی حُسن تھا جس کی پاسِ خاطر حضرت عِزّتِ جلّ شانہ کو منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰؑ بھی وہی حُسن رُوحانی



لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سید الانبیاء و خیر الوری مولانا وسیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان رُوحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے دَنِّی فِتَدَلِّی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ نبی جناب الہی کے بہت نزدیک چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جھکا اور اس طرح پر دونوں حقوق کو جو حق اللہ اور حقوق العباد ہے ادا کر دیا اور دونوں قسم کا حُسن رُوحانی ظاہر کیا۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۱-۶۲)

”اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالیٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرات واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوب ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناع ذاتی اور امکان بالواجب عز اسمہ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کے ہویت حقہ کی یہ ذاتی خصوصیت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات جو بالکمال ذات اور باطلۃ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرت باری عز اسمہ جائز نہیں۔ اور جیسا ذات کی رو سے شریک الباری ممتنع ہے ایسا ہی صفات کی رو سے بھی ممتنع ہے۔ پس ممکنات کے لئے نظراً علی ذاتہم عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے۔ خواہ نبی ہوں یا محدث ہوں یا ولی ہوں۔ ہاں الہام الہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے اور اب بھی ملتا ہے جس کو ہم صرف تابعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں۔“

(تصدیق النبی صفحہ ۲۶-۲۷)

”اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپید اکنار ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں ہی داخل ہے۔ جب ایک شخص اس کے آستانے پر ایک نئی رُوح لے کر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر

ایک خاص تبدیلی محض اس کی رضامندی کے لئے پیدا کر لیتا ہے تب خدا بھی اس کے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندے پر جو خدا ظاہر ہوا ہے وہ اور ہی خدا ہے نہ وہ خدا جس کو عام لوگ جانتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی کے مقابل پر جس کا ایمان کمزور ہے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اس کی جناب میں ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا ہے وہ اس کو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے میں بھی قوی ہوں۔ اسی طرح انسانی تبدیلیوں کے مقابل پر اس کی صفات میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ جو شخص ایمانی حالت میں ایسا مفقود الطاق ہے کہ گویا میت ہے۔ خدا بھی اس کی تائید اور نصرت سے دستکش ہو کر ایسا خاموش ہو جاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ مر گیا ہے۔ مگر یہ تمام تبدیلیاں وہ اپنے قانون کے اندر اپنے تقدس کے موافق کرتا ہے۔ اور چونکہ کوئی شخص اس کے قانون کی حد بست نہیں کر سکتا اس لئے جلدی سے بغیر کسی قطعی دلیل کے جو روشن اور بدیہی ہو یہ اعتراض کرنا کہ فلاں امر قانون قدرت کے مخالف ہے محض حماقت ہے کیونکہ جس چیز کی ابھی حد بست نہیں ہوئی اور نہ اس پر کوئی قطعی دلیل قائم ہے اس کی نسبت کون رائے زنی کر سکتا ہے؟

(چشمہ معرفت صفحہ ۹۶، ۹۷)

”اے سننے والو! سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اُسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ وہ وہی واحد لا شریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں اور جس کی طرح کوئی فرد کسی



خاص صفت سے مخصوص نہیں اور جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جسکی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے۔ وہ تمثیل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تئیں ظاہر کر سکتا ہے مگر اس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کا ملکہ کا اور مظهر ہے تمام محاذ حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا اور جامع ہے تمام طاقتوں کا او مبدء ہے تمام فیضوں کا اور مرجع ہے ہر ایک شئی کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے۔ اور مخصوص ہے اس امر میں کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کریں اور اس کے آگے کوئی بات بھی اُن ہونی نہیں۔ اور تمام روح اور اس کی طاقتیں اور تمام ذرات اور ان کی طاقتیں اسی کی پیدائش ہیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اُسی کے ذریعہ سے ہم پاسکتے ہیں۔ اور وہ راستبازوں پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے اور اپنی قدرتیں ان کو دکھلاتا ہے۔ اسی سے وہ شناخت کیا جاتا ہے اور اسی سے اس کی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے۔

وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اس کا کام ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ میں بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے۔ پس اسی طرح اس کی تمام قدرتیں ہیں۔ نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ بغیر ان امور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواخید کے برخلاف ہیں۔ اور وہ

واحد ہے اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے۔“

(الوصیت صفحہ ۱۴-۱۷)

”قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے حُسن و جمال کو دکھاتی ہیں اور کہیں اس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں کیونکہ کسی کی محبت یا تو حُسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لا شریک ہے۔ کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظهر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبداء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزائز کا اور مرجع ہے تمام امور کا۔ اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اُوپر بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر ایک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اُٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا نُور ہے اور ہر ایک نُور اُسی کے ہاتھ سے چمکا اور اُسی کی ذات کا پرتو ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی رُوح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی رُوح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اسکی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقتِ عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں جیسا کہ زمین و آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے... اور پانی اور آگ اور ہوا اور تمام ذرات اس



عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیا کی گئیں اور یہ سب اُس وقت کیا گیا جب کہ ہم خود بخود موجود نہ تھے۔ نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شدہ کرم کے سبب سے بنائی گئی۔ غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مرتب ہوتی ہے اور اس کی تصریح کی کچھ ضرورت نہیں۔ ایسا ہی قرآن شریف میں وارد ہے کہ خدا کی ذات ہر ایک عیب سے پاک ہے اور ہر ایک نقصان سے مبرا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اس کی تعلیم کی پیروی کر کے عیبوں سے پاک ہو اور وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ ۖ يَعْنِي جَوْشَخُصِ ۖ اِسْ دُنْيَا مِیْنِ اِنْدھا ہے گا اور اس ذاتِ بے چوں کا اس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اُس سے جدا نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں۔ اور جو شخص ان حواس کو دنیا سے ساتھ نہیں لے جائے گا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدارِ الہی میسر آ سکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ ۚ أَحَدًا ۖ يَعْنِي جَوْشَخُصِ چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے پس چاہیے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں ایسا ہوں۔ اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ

اُن میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہیے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہیے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے۔ نہ ہوا نہ آگ نہ پانی۔ نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں، اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گرمی رہے اور دُعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے۔ نہایت صافی اور شیریں۔ پس اُس نے افتاں و خیزاں بہر حال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنے لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔ اور پھر قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۚ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے۔ نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے۔ نہ کسی چیز کے صفات اس کی صفات کے مانند ہیں۔ انسان کا علم کسی معلم کا محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر اس کا علم کسی معلم کا محتاج نہیں اور بایں ہمہ غیر محدود ہے۔ انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے۔ ایسا ہی انسان



کی پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اسکی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو۔ پھر اس سے آگے آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنی ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذات ہے اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھائی ہے جو مدارِ ایمان ہے۔" (لیکچر لاہور صفحہ ۹ تا ۱۳)

"اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری رُوح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک رُوح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنے تمام قوامی کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اس کے تصرف سے۔ نہ اس کے خلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے جو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا ہے شمار برکتوں والا ہے اور بے شمار قدرتوں والا اور بے شمار حسن والا، احسان والا اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔" (نسیم دعوت ص ۳)

”جب میں ان بڑے بڑے اجرام کو دیکھتا ہوں اور ان کی عظمت اور عجائبات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ صرف ارادۃ الہی سے اور اس کے اشارہ سے ہی سب کچھ ہو گیا تو میری رُوح بے اختیار بول اُٹھتی ہے کہ اے ہمارے قادرِ خدا تو کیا ہی بزرگِ قدرتوں والا ہے۔ تیرے کام کیسے عجیب اور وراءِ العقل ہیں۔ نادان ہے وہ جو تیری قدرتوں کا انکار کرے اور احمق ہے وہ جو تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اُس نے ان چیزوں کو کس مادہ سے بنایا؟“ (نسیم دعوتِ منہ حاشیہ)

”جاننا چاہیے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اُس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں:-

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ -  
 مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ - الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ  
 الْمُتَكَبِّرُ - هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ  
 مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ - عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - رَبُّ الْعَالَمِينَ  
 الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ - مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ - أُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا - الْحَيُّ  
 الْقَيُّومُ - قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - اللَّهُ الصَّمَدُ - لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ - وَلَمْ  
 يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ -

یعنی وہ خدا جو واحد لا شریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لا شریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے۔ اس صورت میں خدائی معرضِ خطرہ میں رہے گی اور جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفات



کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے۔ پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور مہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا۔ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا **هُوَ الرَّحْمَنُ** یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کے پاداش میں ان کے لئے سامانِ راحت میسر کرتا ہے جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ **رَحْمَنُ** کہلاتا ہے اور پھر فرمایا کہ **الرَّحِيمُ** یعنی وہ خدائیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔ اور پھر فرمایا **مَلِكُ يَوْمِ الدِّينِ** یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔ اور پھر فرمایا **الْقُدُّوسُ** یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں۔ اگر مثلاً تمام

رعیت جلا وطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی۔ یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے۔ اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے۔ پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔ وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کر کے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دے کر پھر دوسری دنیا کہاں سے لاتا۔ کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں۔ بات بات پر بگڑتے ہیں اور اپنی خود غرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادہ سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو یہ اضطراب پیش نہیں آنا چاہیے۔ پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو وہ یا تو کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بن کر خدائی کو ہی الوداع کہتا۔ بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے پھر فرمایا السَّلام یعنی وہ خدا جو تمام علیوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اس کے معنی بھی ظاہر ہیں کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا۔ لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو اس کے بد نمونے کو دیکھ کر کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارہ میں فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَعَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ



مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۚ جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی اُن کی چیز چھین کر لے جائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ اُن کے پرستار عقل کے کمزور اور طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہٹوا کرتے ہیں؟ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہیے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑھی مصیبت میں ہوتا ہے وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تاہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ الْمُهِيمُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ یعنی وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کا بنانے والا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے۔ اور فرمایا هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى یعنی وہ ایسا خدا ہے کہ جنہوں کا پیدا کرنے والا اور رُوحوں کا بھی پیدا کرنے والا۔ رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے۔ تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آسکیں سب اُسی کے نام ہیں۔ اور پھر فرمایا يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں۔ اور پھر فرمایا عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی خدا بڑا قادر ہے۔ یہ

پرستاروں کے لئے تسلی ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا اُمید رکھیں اور پھر فرمایا رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ - مُلْكُ يَوْمِ الدِّينِ - أُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا - یعنی وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا۔ رَحْمَنُ رَحِيمٌ اور جزاء کے دن کا آپ مالک ہے۔ اس اختیار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ یعنی ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اس لئے کہا وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اس کی زندگی کے بارے میں بھی دھڑکا رہے گا شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵۸ تا ۱۶۲)

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا	بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا	کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اس میں جمالِ یار کا
اس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے	مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیائے ہر طرف	جس طرف دیکھیں وہی راہ ہے تیرے دیدار کا
چشمہٴ نور شید میں موجیں تری مشہود ہیں	ہر ستارے میں تماشہ ہے تیری چمکار کا
تُو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا ملک	اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تُو نے ہر اک ذرے میں رکھے ہیں خواہیں	کون پڑھ سکتا ہے سارا دفترِ ان اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں	کس سے گھل سکتا ہے پیچ اس عقدہٴ دشوار کا
خوبروؤں میں ملاحیت ہے ترے اس حُسن کی	ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے	ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا



آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب      ورنہ تھا قبلہ ترا رخ کا فسرو دیندار کا  
 ہیں تری پیاری نگاہیں دلبر اک تیغ تیسرے      جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غم اغیار کا  
 تیرے ملنے کے لئے ہم بل گئے ہیں خاک میں      تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا  
 ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا      جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا  
 شور کیسا ہے تیرے گوچہ میں بے جلدی خبر

خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ محسنوں وار کا

(سُرمہ چشم آریہ ص ۴)



قرآن عظیم کی اعلیٰ و ارفع شان

حضرت بابی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں



## قرآن عظیم کی اعلیٰ و ارفع شان

### حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں

”خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اس لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں کیونکہ کلام الہی کے نزول کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے جس پر کلام الہی نازل ہوتا ہے اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقامات کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کیا باعتبار ترتیب مضامین۔ کیا باعتبار تعلیم۔ کیا باعتبار کمالات تعلیم۔ کیا باعتبار ثمرات تعلیم غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا

ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت۔ خواہ بلحاظ مطالب مقاصد۔ خواہ بلحاظ تعلیم۔ خواہ بلحاظ پیشگوئیاں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو یہ معجزہ ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶، ۳۷)

”قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہو اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر شخص کا کلام اُس کی ہمت کے موافق ہوتا ہے جس قدر اُس کی ہمت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے اس پایہ کا وہ کلام ہوگا۔ سو وحی الہی میں بھی وہی رنگ ہوگا۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر ہمت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اُسی پایہ کا کلام اُسے ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا اس لئے آپ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا کیونکہ آپ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لئے نہ تھی جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی بلکہ آپ کے لئے فرمایا گیا قُلْ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا اور مَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اس وقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی الہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے الہام میں اتنا دائرہ وسیع نہیں ہوگا جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم ص ۵۵)

”لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الہی دِل پر نازل ہوتے ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ



کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔ ایک قومی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے اُن کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر اُن کے وجودوں کو ہاؤن مصائب میں پسیا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز محبت الہی کے اور کچھ نہیں۔ دُنیا اُن سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر اور بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارق عادت ہیں۔ اُن پر ثابت ہو ا ہے کہ خدا ہے۔ اُنہی پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ وہ جب دُعا کرتے ہیں تو وہ اُن کو سُنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ اُن کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ بالوں سے زیادہ اُن سے پیار کرتا ہے۔ اور اُن کی درو دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر ایک میدان میں اُن کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ اُن کا ہے۔ یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔“

(سُمرچشم آریہ صفحہ ۳۲ تا ۳۱ حاشیہ)

”سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین اور تواثر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے۔ قرآن کریم ہے جو تمام دُنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے جس کی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزار ہا طور کا تواثر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آبِ حیات ہماری زندگی کے لئے بھرا ہوا ہے اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی ایک عمدہ محکم ہے جس کے ذریعہ سے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں۔ یہی ایک روشن چراغ ہے جو عین سچائی کی راہیں دکھاتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں کو راہِ راست سے مناسبت ہے اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف

کھینچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم نے اُن کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کی طرح اپنے اس محبوب کی طرف ٹھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف اور صریح بات سُن کر پھر کسی دوسرے کی نہیں سُنتے۔ اس کی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب و غریب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر ایک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے اور جب کبھی کسی حالتِ جدیدہ زمانہ نے اسلام کو کسی دوسرے مذہب کے ساتھ ٹکرا دیا ہے تو وہ تیز اور کارگر ہتھیار جو فی الفور کام آیا ہے قرآن کریم ہی ہے۔ ایسا ہی جب کہیں فلسفی خیالات مخالفانہ طور پر شائع ہوتے رہے تو اس خبیث پودہ کی بیج کنی آخر قرآن کریم ہی نے کی اور ایسا اس کو حقیر اور ذلیل کر کے دکھلا دیا کہ ناظرین کے آگے اُٹھنے رکھ دیا کہ سچا فلسفہ یہ ہے نہ وہ۔ حال کے زمانہ میں بھی جب اول عیسائی واعظوں نے سر اٹھایا اور بد فہم اور نادان لوگوں کو توحید سے کھینچ کر ایک عاجز بندہ کا پرستار بنانا چاہا اور اپنے مغشوش طریق کو سوفسطائی طریق سے آراستہ کر کے اُن کے آگے رکھ دیا اور ایک طوفانِ ملکِ ہند میں برپا کر دیا۔ آخر قرآن کریم ہی تھا جس نے انہیں پسا کیا کہ اب وہ لوگ کسی باخبر آدمی کو منہ بھی نہیں دکھلا سکتے اور ان کے لمبے چوڑے عذرات کو یوں الگ کر کے رکھ دیا جس طرح کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۱، ۲۸۲)

”انسان کو یہ ضرورت ہے کہ وہ گناہ کے مُلکِ جذبات سے پاک ہو اور اس قدر خدا کی عظمت اُس کے دل میں بیٹھ جائے کہ وہ بے اختیار کرنے والی نفسانی شہوات کی خواہش کو جو بجلی کی طرح اُس پر گرتی اور اُس کے تقویٰ کے سرمایہ کو ایک دم میں جلا دیتی ہے۔ وہ دُور ہو جاوے مگر کیا وہ ناپاک جذبات کہ جو مرگی کی طرح بار بار پڑتے ہیں اور پرہیزگاری کے



ہوش و حواس کو کھودیتے ہیں وہ صرف اپنے ہی خود تراشیدہ پریشیوں کے تصور سے دور ہو سکتے ہیں یا صرف اپنے ہی تجویز کردہ خیالات سے دب سکتے ہیں اور یا کسی ایسے کفارہ سے رُک سکتے ہیں جس کا دکھ اپنے نفس کو چھوڑا بھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ بات معمولی نہیں بلکہ سب باتوں سے بڑھ کر عقلمند کے نزدیک غور کرنے کے لائق یہی بات ہے کہ وہ تباہی جو اس بے باکی اور بے تعلقی کی وجہ سے پیش آنے والی ہے جس کی اصل جڑ گناہ اور معصیت ہے اس سے کیونکر محفوظ رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان یقینی لذات کو محض ظنی خیالات سے چھوڑ نہیں سکتا۔ ہاں ایک یقین دوسرے یقینی امر سے دست بردار کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک بن کے متعلق ایک یقین ہے کہ اس جگہ سے کئی ہرن ہم باسانی پکڑ سکتے ہیں اور ہم اس یقین کی تحریک پر قدم اٹھانے کے لئے مستعد ہیں مگر جب یہ دوسرا یقین ہو جائے گا کہ وہاں پتھریں شیر بھی موجود ہیں اور ہزار ہا خونخوار اژدہا بھی ہیں جو منہ کھولے بیٹھے ہیں تب ہم اس ارادہ سے دست کش ہو جائیں گے۔ اسی طرح بغیر اس درجہ یقین کے گناہ بھی دور نہیں ہو سکتا۔ لوہا لوہے سے ہی ٹوٹتا ہے۔ خدا کی عظمت اور ہیبت کا وہ یقین چاہیے جو غفلت کے پردوں کو پاش پاش کر دے اور بدن پر ایک لرزہ ڈال دے اور موت کو قریب کر کے دکھلا دے اور ایسا خوف دل پر غالب کرے جس سے تمام تار و پود نفس اتارہ کے ٹوٹ جائیں اور انسان ایک غیبی ہاتھ سے خدا کی طرف کھینچا جائے اور اُس کا دل اس یقین سے بھر جائے کہ درحقیقت خدا موجود ہے جو بے باک مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ پس ایک حقیقی پاکیزگی کا طالب ایسی کتاب کو کیا کرے جس کے ذریعہ سے یہ ضرورت رفع نہ ہو سکے۔

اس لئے ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ وہ کتاب جو ان ضرورتوں کو پورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہے۔ اس کے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور وہ خدا جو نہایت نہاں در نہاں ہے اُس کی پیروی سے

آخر کار اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اور وہ قادر جس کی قدرتوں کو غیر قومیں نہیں جانتیں قرآن کی پیروی کرنے والے انسان کو خدا خود دکھا دیتا ہے اور عالم ملکوت کا اس کو سیر کراتا ہے اور اپنے اَنَا الْمَوْجُود ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اس کو خبر دیتا ہے مگر وید میں یہ سہنر نہیں ہے ہرگز نہیں ہے۔ اور وید اس بوسیدہ گٹھڑی کی مانند ہے جس کا مالک مَر جائے اور یا جسکی نسبت پتہ نہ لگے کہ یہ کس کی گٹھڑی ہے جس پر میشر کی طرف وید بھلاتا ہے اس کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وید اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں کرتا کہ اُس کا پر میشر موجود بھی ہے۔ اور وید کی گمراہ کنندہ تعلیم نے اس بات میں بھی رخنہ ڈال دیا ہے کہ مصنوعات سے صانع کا پتہ لگایا جائے کیونکہ اس کی تعلیم کی رُو سے ارواح اور پرمانو یعنی ذرات سب قدیم اور غیر مخلوق ہیں پس غیر مخلوق کے ذریعہ سے صانع کا کیونکر پتہ لگے۔ ایسا ہی وید کلام الہی کا دروازہ بند کرتا ہے اور خدا کے تازہ نشانوں کا منکر ہے۔ اور وید کی رُو سے پر میشر اپنے خاص بندوں کی تائید کے لئے کوئی ایسا نشان ظاہر نہیں کر سکتا کہ جو معمولی انسانوں کے علم اور تجربہ سے بڑھ کر ہو۔ پس اگر وید کی نسبت بہت ہی حُسن ظن کیا جائے تو اس قدر کہیں گے کہ وہ صرف معمولی سمجھ کے انسانوں کی طرح خدا کے وجود کا اقرار کرتا ہے اور خدا کی ہستی پر کوئی یقینی دلیل پیش نہیں کرتا۔ غرض وید وہ معرفت عطا نہیں کر سکتا جو تازہ طور پر خدا کی طرف سے آتی ہے اور انسان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچا دیتی ہے مگر ہمارا مشاہدہ اور تجربہ اور اُن سب کا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی رُو حانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دل کو متور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دُعا قبول



کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہدایت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۵)

”متبعین قرآن شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہب خاصہ ان کے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں مگر ان میں سے کئی ایک ایسے انعامات عظیمہ ہیں جن کو اس جگہ مفصل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:-

ازاں جملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمتِ فرقانیہ سے حاصل ہوتے ہیں جب انسان فرقانِ مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر و نہی کے بکلی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے اور کوئی اعراضِ صوری و معنوی باقی نہیں رہتا تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب و غریب لطائف اور نکاتِ علمِ الہی کے جو کلامِ الہی میں پوشیدہ ہیں اُس پر کھلتے ہیں اور ابرنیساں کے رنگ میں معارفِ دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارفِ دقیقہ ہیں جن کو فرقانِ مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے یُوْتٰی الْحِکْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیرِ کثیر دی گئی ہے یعنی حکمت خیرِ کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیرِ کثیر کو پایا سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیرِ کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحرِ محیط کے رنگ میں ہیں جو کلامِ الہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ

درجہ کے حقائق حقہ اُن کے نفسِ آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں اُن پر منکشف ہوتی رہتی ہیں اور تائیداتِ الہیہ ہر ایک تحقیق اور تدقیق کے وقت کچھ ایسا سامان اُن کے لئے میسر کر دیتی ہیں جس سے بیان اُن کا ادھورا اور ناقص نہیں رہتا اور نہ کچھ غلطی واقع ہوتی ہے۔ سو جو جو علوم و معارف و دقائق و حقائق و لطائف و نکات و أدلہ و براہین ان کو سُوجھتے ہیں وہ اپنی کمیت اور کیفیت میں ایسے مرتبہ کاملہ پر واقعہ ہوتے ہیں کہ جو خارقِ عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیمِ غیبی اور تائیدِ صمدی اُن کی پیش رو ہوتی ہے اور اُسی تفہیم کی طاقت سے وہ اسرار و انوارِ قرآنی اُن پر کھلتے ہیں کہ جو صرف عقل کی دُود آمیز روشنی سے کھل نہیں سکتے اور یہ علوم و معارف جو اُن کو عطا ہوتے ہیں جن سے ذات اور صفاتِ الہی کے متعلق اور عالمِ معاد کی نسبت لطیف اور باریک باتیں اور نہایت عمیق حقیقتیں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ایک رُوحانی خوارق ہیں کہ جو بالغ نظروں کی نگاہوں میں جسمانی خوارق سے اعلیٰ اور اَلطَف ہیں بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ عارفین اور اہل اللہ کا قدر و منزلت و انشمندوں کی نظر میں اُنہیں خوارق سے معلوم ہوتا ہے اور وہی خوارق اُن کی منزلتِ عالیہ کی زینت اور آرائش اور اُن کے چہرہ صلاحت کی زیبائی اور خوبصورتی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ علوم و معارفِ حقہ کی ہیبت سب سے زیادہ اس پر اثر ڈالتی ہے اور صداقت اور معرفت ہر ایک چیز سے زیادہ اس کو پیاری ہے۔ اور اگر ایک زاہد عابد ایسا فرض کیا جائے کہ صاحبِ مکاشفات ہے اور اخبارِ غیبیہ بھی اُسے معلوم ہوتے ہیں اور ریاضاتِ شاقہ بھی بجالاتا ہے اور کئی اور قسم کے خوارق بھی اُس سے ظہور میں آتے ہیں مگر علمِ الہی کے بارہ میں سخت جاہل ہے یہاں تک کہ حق اور باطل میں تمیز ہی نہیں کر سکتا بلکہ خیالاتِ فاسدہ میں گرفتار اور عقائدِ غیر صحیحہ میں مبتلا ہے۔ ہر ایک بات میں خام اور ہر ایک رائے میں فاش غلطی کرتا ہے تو ایسا شخص طبائعِ سلیمہ کی نظر میں نہایت



حقیر اور ذلیل معلوم ہوگا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ جس شخص سے دانا انسان کو جہالت کی بدبو آتی ہے اور کوئی احمقانہ کلمہ اُس کے مُنہ سے سُن لیتا ہے تو فی الفور اس کی طرف سے دل متنفر ہو جاتا ہے اور پھر وہ شخص عاقل کی نظر میں کسی طور سے قابلِ تعظیم نہیں ٹھہر سکتا اور گو کیسا ہی زاہد عابد کیوں نہ ہو کچھ حقیر سا معلوم ہوتا ہے۔ پس انسان کی اس فطرتی عادت سے ظاہر ہے کہ خوارقِ روحانی یعنی علوم و معارف اُس کی نظر میں اہل اللہ کے لئے شرطِ لازمی اور اکابرِ دین کی شناخت کے لئے علاماتِ خاصہ اور ضروریہ ہیں پس یہ علامتیں فرقانِ شریف کے کامل تابعین کو اکمل اور اتم طور پر عطا ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ان میں سے اکثروں کی سرشت پر اُمیت غالب ہوتی ہے اور علومِ رسمہ کو باستیفاء حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائف اور علمِ الہی میں اس قدر اپنے ہم معصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف اُن کی تقریروں کو سُن کر یا اُن کی تحریروں کو پڑھ کر اور دریائے حیرت میں پڑ کر بلا اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ ان کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں جو تائیداتِ الہی کے رنگِ خاص سے رنگین ہیں اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ اگر کوئی منکر بطور مقابلہ کے الہیات کے مباحث میں سے کسی بحث میں اُن کی محققانہ اور عارفانہ تقریروں کے ساتھ کسی تقریر کا مقابلہ کرنا چاہے تو اخیر پر بشرطِ انصاف و دیانت اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ صداقتِ حقہ اسی تقریر میں تھی جو اُن کے مُنہ سے نکلی تھی۔ اور جیسے جیسے بحث عمیق ہوتی جائیگی بہت سے لطیف اور دقیق براہین ایسے نکلتے آئیں گے جن سے روزِ روشن کی طرح ان کا سچا ہونا کھلتا جائے گا۔ چنانچہ ہر ایک طالبِ حق پر اس کا ثبوت ظاہر کرنے کے لئے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔

ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظِ الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقانِ مجید کے کامل تابعین کو بطور خارقِ عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے مراد

ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمتِ الہیہ جلد تران کا تدارک کر لیتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفسِ اتارہ کے مقتضیات سے نہایت دُور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاصِ الہی کے ممکن نہیں۔ مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ صرف ایک کذب اور دروغ گوئی کی عادت سے اپنے جمیع معاملات اور بیانات اور حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کے لئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دُنیا داری میں جھوٹ اور خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے مگر ان سعید لوگوں کے لئے کہ جو سچی محبت اور پُر جوش ارادت سے فرقانِ مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں۔ صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغ گوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہرنا کردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادرِ مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ایسی تقریباتِ شنیعہ سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطہ میں پڑیں کیونکہ وہ دُنیا کا نُور ہوتے ہیں اور اُن کی سلامتی میں دُنیا کی سلامتی اور اُن کی ہلاکت میں دُنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسی جہت سے وہ اپنے ہر ایک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عُسر اور عُسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جا فہموں اور ہر ایک افراط و تفریطِ نفسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہرنا نہیں پاتے کیونکہ خود خداوندِ کریم اُن کی تربیت کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرہ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے اور حمایتِ الہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے اور یہ نعمتِ محفوظیت کی جو اُن کو عطا ہوتی



ہے۔ یہ بھی بغیر ثبوت نہیں بلکہ زیرک انسان کسی قدر محبت سے اپنی پوری تسلی سے اس کو معلوم کر سکتا ہے۔

ازاں مجملہ ایک مقام توکل ہے جس پر نہایت مضبوطی سے اُن کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمہ صافی ہرگز میسر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسبابِ عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراحِ خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا اُن کے پاس ہزار ہا خزانے ہیں۔ اُن کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحبِ دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ ولی اور یقینِ کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرتِ انوار ان کا مشرب ہوتا ہے اور خدمتِ خلق ان کی عادت ہوتی ہے اور کبھی انقباض ان کی حالت میں راہ نہیں پاتا اگرچہ سارا جہان ان کا عیال ہو جائے اور فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی ستاری مستوجبِ شکر ہے جو ہر جگہ اُن کی پردہ پوشی کرتی ہے اور قبل اس کے جو کوئی آفت فوق الطاق ت نازل ہو ان کو دامنِ عاطفت میں لے لیتی ہے کیونکہ اُن کے تمام کاموں کا خدا متولی ہوتا ہے جیسا کہ اُس نے آپ ہی فرمایا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ لیکن دوسروں کو دنیا داری کے دلازار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے اور وہ خارقِ عادت سیرت جو خاص ان لوگوں کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ظاہر نہیں کی جاتی اور یہ خاصہ ان کا بھی صحبت سے بہت جلد ثابت ہو سکتا ہے۔

ازاں مجملہ ایک مقامِ محبتِ ذاتی ہے کہ جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور اُن کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبتِ الہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ اُن کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوبِ حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار

اُن کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارقِ عادت اُنس اور شوق اُن کے قلوبِ صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلی منقطع اور گستاہ کر دیتا ہے اور آتشِ عشقِ الہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقاتِ خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبانِ صادق اس جوشِ محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاقِ مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کے لئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشقِ جو اُن کے کلام اور اُن کی صورت اور اُن کی آنکھ اور اُن کی وضع اور اُن کی فطرت میں گھس گیا ہے اور اُن کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ اُن کے چھپانے سے ہرگز چھپ ہی نہیں سکتا اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے اور سب سے بزرگ تر اُن کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں اور اگر آلام اُس کی طرف سے پہنچیں تو محبتِ ذاتی کے غلبہ سے برنگِ انعام اُن کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربتِ عذب کی طرح سمجھتے ہیں کسی تلوار کی تیز دھار اُن میں اور اُن کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیہ عظمیٰ اُن کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتی۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذات پاتے اور اُسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اُسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اُسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو اُسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اُسی کے ہو رہتے ہیں۔ اُسی کے لئے جیتے ہیں اُسی کے لئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بے خود ہیں۔ نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے۔ نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کے لئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایدرک آتش سے جلتے جاتے



ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور تفہم سے صَمُّ بَكْم ہوتے ہیں اور ہر ایک مصیبت اور ہر ایک رُسوائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اُس سے لذت پاتے ہیں ۛ

عشق است کہ برخاکِ مذلت غلطاند ۛ عشق است کہ بر آتش سوزاں بنشاند  
کس بہر کے سر نہ ہد جاں نہ فشانہ ۛ عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند

ازاں جملہ اخلاقِ فاضلہ ہیں جیسے سخاوت، شجاعت، ایثار، علو ہمت، وفورِ شفقت، حلم، حیا، مودت، یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور وہی لوگ بہ بین متابعت قرآن شریف وفاداری سے اخیر عمر تک ہر ایک حالت میں ان کو بخوبی و شائستگی انجام دیتے ہیں اور کوئی انقباضِ خاطر ان کو ایسا پیش نہیں آتا کہ جو اخلاقِ حسنہ کے کمائینیغی صادر ہونے سے ان کو روک سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اخلاقی انسان سے صادر ہو سکتی ہے وہ صرف انسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اصل موجب اس کے صدور کا فضلِ الہی ہے۔ پس چونکہ یہ لوگ سب سے زیادہ موردِ فضلِ الہی ہوتے ہیں اس لئے خود خداوندِ کریم اپنے تفضلاتِ لامتناہی سے تمام خوبیوں سے اُن کو متمتع کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ حقیقی طور پر بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں۔ تمام اخلاقِ فاضلہ اور تمام نیکیاں اُسی کے لئے مُسلم ہیں۔ پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذاتِ خیرِ محض کا قُرب حاصل کرتا ہے اُسی قدر اخلاقِ الہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتے ہیں۔ بس بندہ کو جو جو خوبیاں اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قُرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ مخلوق فی ذاتہ کچھ چیز نہیں ہے۔ سو اخلاقِ فاضلہ الہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشربِ صافی اور

روحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاقِ فاضلہ اُن سے صدر ہوتے ہیں اس کی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ مُنہ سے ہر ایک شخص دعویٰ کر سکتا ہے اور لاف و گزاف کے طور پر ہر ایک کی زبان چل سکتی ہے مگر جو تجربہ صحیحہ کا تنگ دروازہ ہے اُس دروازہ سے سلامت نکلنے والے یہی لوگ ہیں۔ اور دوسرے لوگ اگر کچھ اخلاقِ فاضلہ ظاہر کرتے بھی ہیں تو تکلف اور تصنع سے ظاہر کرتے ہیں اور اپنی آلودگیوں کو پوشیدہ رکھ کر اور اپنی بیماریوں کو چھپا کر اپنی جھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ امتحانوں میں اُن کی قلعی کھل جاتی ہے اور تکلف اور تصنع اخلاقِ فاضلہ کے ادا کرنے میں اکثر وہ اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی دُنیا اور معاشرت کا حُسن انتظام وہ اسی میں دیکھتے ہیں۔ اور اگر اپنی اندرونی آلائشوں کی ہر جگہ پیروی کریں تو پھر مہماتِ معاشرت میں خلل پڑتا ہے۔ اور اگرچہ بقدر استعدادِ فطرتی کے کچھ تخم اخلاق کا اُن میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اکثر نفسانی خواہشوں کے کانٹوں کے نیچے دبا رہتا ہے اور بغیر آمینرش اغراضِ نفسانی کے خالصاً اللہ ظاہر نہیں ہوتا چہ جائیکہ اپنے کمال کو پہنچے۔ اور خالصاً اللہ انہیں میں وہ تخم کمال کو پہنچتا ہے کہ جو خدا کے ہو رہتے ہیں اور جن کے نفوس کو خدا نے تعالیٰ غیرت کی لوث سے بکلی خالی پا کر خود اپنے پاک اخلاق سے بھر دیتا ہے اور اُن کے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اس کو آپ پیارے ہیں پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کے توسط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور اُن کو بھوکے اور پیاسے پا کر وہ آبِ زلال ان کو اپنے اُس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علیٰ وجہ الاصلت اس کے ساتھ شرکت نہیں۔

اور منجملہ اُن عطیات کے ایک کمالِ عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے عبودیت ہے۔ یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصانِ ذاتی اپنا پیشِ نظر



رکھتے ہیں اور بشہود کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت ذلت اور مفلسی اور ناداری اور پُر تقصیری اور خطا داری سمجھتے ہیں اور ان تمام کمالات کو جو ان کو دیئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اُسی کی ذاتِ کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفاتِ الہیہ کے کامل شہود سے اُن کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمتِ الہی کا پُر جوش دریا اُن کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزار ہا طور کی نیستی اُن پر وارد ہو جاتی ہے اور شرکِ خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں۔“

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۰ تا ۵۲۳ حاشیہ در حاشیہ ۳)



نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلی نکلا ۞ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا  
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا ۞ ناگہاں غیب سے یہ چشمہٴ اصفیٰ نکلا  
یا الہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ۞ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا  
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دکھیں ۞ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشا نکلا  
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ۞ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا  
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں ۞ پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا  
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ۞ ایسا چمکا ہے کہ صد نیرِ بیضا نکلا

زندگی آیسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں : جن کا اس نُور کے ہوتے بھی دل اعلیٰ نکلا  
(براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۵ حاشیہ ۲)



جمال و حُسن قرآن نُورِ جانِ ہر مسلمان ہے  
نظیر اُس کی نہیں جتنی نظر میں منکر کر دیکھا  
بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں  
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز  
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو  
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی  
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز  
اُسے لوگوں کو کچھ پاس شانِ کبریائی کا  
خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے  
اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا  
یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے  
قر ہے چاند اُوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے  
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحاں ہے  
نہ وہ خوبیِ حُسن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُبتاں ہے  
اگر کوئے عمتاں ہے وگر لعلِ بندشاں ہے  
وہاں قدرت یہاں در ماندگی فرق نمایاں ہے  
سُخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدّر انساں ہے  
تو پھر کیونکر بنانا نُورِ حق کا اُس پہ آساں ہے  
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بُوئے ایماں ہے  
خدا سے کچھ ڈرو یا رویہ کیسا کذبِ بُبتاں ہے  
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے  
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کہیں نہیں بھائیوں نصیحت ہے غریبانہ

کوئی جو پاک دل ہوئے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

(براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۸)





شانِ خاتم الانبیا ﷺ

باقی سلسلہ احمدیہ کی نگاہ میں

## مقامِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

— اور —

### حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عارفانہ تحریرات

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جس شدت، عقیدت اور معرفتِ تامہ کے ساتھ خاتم الانبیاء والاصفیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے تھے اس کا اندازہ خود آپ کی تحریرات کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس ضمن میں آپ کی متعدد تحریرات سے بعض اقتباسات پیش ہیں۔ فرماتے

ہیں :-

”مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف بھی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے، اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۴۲)

ہوں۔“



”ہماری کوئی کتاب بجز قرآن شریف نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔ سو دین کو بچوں کا کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف یہ منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ ہم اپنے نبی کریم کے ذریعہ فیض برکات پاتے ہیں اور قرآن کریم کے ذریعہ سے ہمیں فیض معارف ملتا ہے۔ سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے خلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے، ورنہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جواب دہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مؤاخذہ ہے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان، اگست ۱۸۹۹ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم)

”إِنِّي أَرَىٰ فِي وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ  
وَجْهَ الْمُهَيَّيْنِ ظَاهِرٌ فِي وَجْهِهِ  
فَاقِ الْوَرَىٰ بِكَمَالِهِ وَجَمَالِهِ  
لَا شَكَّ أَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرَى  
تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ  
هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ  
شَأْنًا يَفُوقُ شَمَائِلَ الْإِنْسَانِ  
وَشُؤْنُهُ نَمَعَتْ بِهَذَا الشَّانِ  
وَجَلَالِهِ وَجَنَانِهِ الرَّيَّانِ  
رَيْقُ الْكَرَامِ وَنُخْبَةُ الْأَعْيَانِ  
خُتِمَتْ بِهِ نِعْمَاءُ كُلِّ زَمَانٍ  
وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا يَزْمَانِ

يَا رَبِّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ دَائِمًا

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا وَبَعَثْ ثَانٍ

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۹۴ تا ۵۹۶)

## نُورُ عَلٰی نُور :-

”وہ اعلیٰ درجہ کا نُور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا، یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

”سید شاں آنکہ نامش مصطفیٰ است

رہبر ہر زمرہ صدق و صفا است

می درخشد رُوئے حق در رُوئے او

بُوئے حق آید ز بام و کُوئے او

ہر کمال رہبری بر وے تمام

پاک رُوئے و پاک رُویاں را امام“

(ضیاء الحق ص ۳)

”سُورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالتِ شانِ ختم الرسلؐ پر جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ اور ان کی اس عظمت اور جلالت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو اسی وجہ سے حضرت آدم صلی اللہ سے لے کر تا حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گزے ہیں وہ سب کے سب عظمت و جلالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے آئے ہیں۔“

(سہمہ چشم آریہ حاشیہ ص ۲۸)



”ایک کامل انسان اور سید المرسلؐ کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا، دُنیا کی ہدایت کے لئے آیا اور دُنیا کے لئے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی“

(براہین احمدیہ)

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری وعصمت و حیاء و صدق و صفا و توکل و وفا و عشق الہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جلّ شانہ نے ان کو عطر کمالاتِ خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی الہی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کہ صفاتِ الہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔“

(سُمرہ شمیم آریہ صفحہ ۲۳، ۲۴ حاشیہ)

”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمالِ تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نہی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعثت اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلینؐ فخر النبیینؐ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دُنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔“

اگر یہ عظیم الشان نبیؐ دُنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبیؐ دُنیا میں آئے جیسا کہ

یونسؑ اور ایوبؑ اور یحییٰ بن مریمؑ اور ملائکہ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ“ (تمام الحجۃ ص ۳۶)

”مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں“ (اربعین ص ۳)

”وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقع میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی اور لاکھوں سینوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصولِ نجات کے اسے کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا“ (براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۲-۱۱۴)

”اعظم اور اکبر حصہ روح القدس کی فطرت کا حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے..... دنیا میں معصوم کامل صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا ہے“ (تحفہ گولڑویہ ص ۲۳۸)

”جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جو امر نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے



ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحد  
مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس  
سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔“ (سراج منیر ص ۸۲)

”سُبْحَانَ اللَّهِ ثُمَّ سُبْحَانَ اللَّهِ حُتِّمَ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ كَيْسَ شَانِ كَيْسَ نَبِيٍّ هِيَ۔ اللّٰهُ اللّٰهُ كَيْسَ  
عَظِيمِ الشَّانِ نُورٌ هِيَ جِسْمُ نَافِيزِ خَادِمٍ، جِسْمُ كَيْسِ أَدْنَى سَيِّدِ أَدْنَى أُمَّتٍ، جِسْمُ كَيْسِ أَحَقِّ سَيِّدِ أَحَقِّ  
جَاكِرِ مَرَاتِبٍ مَذْكُورٍ بِاللَّاهِ (مِکَالَمَہ وَمُخَاطَبَہِ الْبَیِّتِ وَأَطْهَارِ عَلٰی الْغِیْبِ كَيْسِ مَرَاتِبٍ۔ ناقل) تہمت پہنچ  
جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِيِّكَ وَجَبِّبْكَ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَفْضَلِ الرُّسُلِ  
وَ خَيْرِ الْمُرْسَلِينَ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ“  
(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۶ تا ۲۶۵ حاشیہ نمبر ۱۱)

”میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود  
اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور  
اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے  
مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ  
اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی  
ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف  
تھا اسے کو تمام انبیاء اور تمام اولیٰ خیز اور آخریٰ خیز پر فضیلت بخشی ہے اور اس کی مرادیں  
اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو ہر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص  
جو بغیر اقرارِ افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسانِ ضعیف  
بلکہ ذریعہ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کے گنجے اسے کو دیے گئے ہیں  
اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسے کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم

اُزلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ حقیقی توحید ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی۔ زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسے کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اس وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

”اے نادانو! اور آنکھوں کے اندھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افاضہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اس لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس امت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آوے بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اُس نے اس عاجز کو بنایا۔“ (چشمہ مسیحی صفحہ ۷۴، ۷۵)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔“ (الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء)

”صراطِ مستقیم فقط دینِ اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبیؐ اور ایک ہی رسولؐ ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ اور افضل سے نبیوں سے اور اتم اور اکمل سے رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدا ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اس جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔“ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۳۵ حاشیہ نمبر ۳)



”اللہ جلّ شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوتِ نخواستی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ بھی ایک پہلو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس اُمت میں بڑی بڑی استعدادیں رکھ دی ہیں یہاں تک کہ علماء اُمّتی کا نبیاء بنی اسرائیل بھی حدیث میں آیا ہے۔ اگرچہ محدثین کو اس پر جرح ہے مگر ہمارا نورِ قلب اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے اور ہم بلاچون و چرا اس کو تسلیم کرتے ہیں اور بذریعہ کشف بھی کسی نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا بلکہ اگر کی ہے تو تصدیق ہی کی ہے۔“ (الحکم ۱۱/۱۱ اگست ۱۹۰۲ء)

”تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۰، ۸۱)

”بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخِ فطرتِ انسانی کی بے بار و بزنہ رہی اور ختمِ نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخیر کے وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالاتِ نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفاتِ الہیہ کے مظہر اتم تھے اسلئے آپ کی شریعت صفاتِ جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی۔“

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۴۴، طبع اول)

”وجودِ باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمل ہے اور اس

ذاتِ عالی کے ذریعہ سے جو کچھ مسیح اور دوسرے نبیوں کا مُشْتَبہ اور مخفی رہا تھا وہ چمک اٹھا اور خدا نے اس ذاتِ مقدس پر انہیں معنوں کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اس وجودِ باجود پر ختم ہو گئے۔ وَهَذَا فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔“

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۲ حاشیہ نمبر ۱۱)

”جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبارِ زمان اور کیا باعتبارِ مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کے تجلیاتے کا پورا اور کامل حصہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیضِ وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اس پر وحی الہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پاسکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مُستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیضِ محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تائیدِ نشان



دُنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطباتِ الہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفتِ الہیہ جو مدارِ نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔  
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷، ۲۸)

”یہ بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم ہو گئے۔ وہ شخص جھوٹا اور مُفتر می ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمۂ نبوت کو چھوڑتا ہے یہیں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختمِ نبوت توڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا جس کے پاس مہرِ نبوتِ محمدی نہ ہو۔“

(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء ص ۲)

”خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیلِ نفوس کی جاتی ہے اور وحیِ الہی اور شرفِ مکالمات انکو بخشا جاتا ہے جیسا کہ وہ جلّ شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لَکِن کا لفظ زبانِ عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارکِ مافات کے لئے۔ سو اس آیت کے پہلے حصے میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لَکِن کے لفظ سے ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوضِ نبوت منقطع ہو گئے اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی مہر رکھتا ہوگا۔“

(ریویو بر مباحثہ ثنائی و حکیم الومی صفحہ ۷، ۸)

”کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت وَلَکِنْ دَسُّوْا اللّٰهَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحبِ انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزمِ کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالماتے اور مخاطباتے جو اللہ جلّ شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مشتمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشهاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔ وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُولِنَا وَسَيِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُولٌ عَلٰی وَجْهِ الْحَقِیْقَةِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرٰکَ الْقُرْآنَ وَاَحْکَامَ الشَّرِیْعَةِ الْغَرَّاءِ فَهُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اسے پاکے سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ سے براہِ راست



نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بے دین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے نصیحت کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔“ (انجام آتھم صفحہ ۲۷، ۲۸ حاشیہ)

”ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول

”من یتلم رسول و نیا وردہ ام کتاب“

اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ سے پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی واسطے کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی کیونکہ میں نے انعکاسی اور غلطی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی۔“ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۷۶)

”اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پُرانا نہیں آسکتا جس طرح آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِي اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اور اس آیت میں پیشگوئی ہے جس سے ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اسلئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمدؐ ابا احد من رجال الدنيا ولكن هو اب رجال الآخرة لانه خاتم النبیین ولا سبيل الى فيوض الله من غير توسطه۔ غرض میری نبوت اور رسالت



باعتبارِ محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رُو سے اور یہ نام بحیثیتِ فنا فی الرسولؐ مجھے ملے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰ کے اُترنے سے فرق ضرور آئے گا اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا پس جہاں یہ معنی صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصطفیٰ کی خبر اس کو مل نہیں سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کی رُو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ اُمت مکالمات و مخاطباتِ الہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبارِ غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اس طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسولؐ کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے۔ وَمَنِ ادَّعَىٰ فَقَدْ كَفَرَ۔ اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ معاشرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا مہر توڑنے والا ہو گا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ باعث نہایت اتحاد اور نفی غیرت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدؐ ہی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ رکھا گیا پھر بھی سیدنا محمدؐ خاتم النبیین ہی رہا۔ کیونکہ یہ محمدؐ ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر

اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے آ نہیں سکتا۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۴ تا ۶)

”یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پاسکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوت شریعت والی یا نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔ وَلَا سَبِيلَ إِلَيْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَادَّعَى أَنَّهُ نَبِيُّ صَاحِبِ الشَّرِيعَةِ أَوْ مِنْ دُونِ الشَّرِيعَةِ وَلَيْسَ مِنَ الْأُمَّةِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ غَمَرَهُ السَّيْلُ الْمُنْهَرُ فَالْقَاءُ وَرَاءَهُ وَلَمْ يُغَادِرْ حَتَّى مَاتَ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رُو سے اُن صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لیکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارکِ مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لیکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوضِ نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمالِ نبوت صرف اُس شخص کو



ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی مہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دُور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت کو بغیر شریعت ہوا اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر متنع نہیں کہ وہ نبوت چراغِ نبوتِ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو اُمتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتسابِ انوارِ محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور اس طور سے بھی تکمیلِ نفوسِ مستعدہ اُمت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے اُتر ٹھرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند۔ اور معترض سچا ٹھرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُتر رکھتا ہے۔

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوتِ مستقلہ جو براہِ راست ملتی ہے اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی اُمتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور حضرت محمدیہ کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر نہیں ہو سکتا۔

”تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکیں اُن کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوتِ محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور مجزاس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت

محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوتِ کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہشک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوتِ تامہ کاملہ محمدیہ کی ہشک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اسی فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اور جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امورِ غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** اور جن کے لئے یہ دُعا سکھائی گئی کہ **رَاهِدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ اُمتِ محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوتِ قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اس کے وہ دُعاؤں کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا اس کا سکھانا بھی عبث ٹھہرتا تھا مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فردِ اُمت کو براہِ راست بغیر پیروی نورِ نبوتِ محمدیہ کے مل سکتا تو ختمِ نبوت کے معنی باطل ہوتے تھے پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ



پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ اُن کے محو تیت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ (رسالہ الوصیت صفحہ ۱۱، ۱۲)

”اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ ابے محمدی نبوت کے سبے نبوتیں بند ہیں۔“ (تجلیاتِ الہیہ صفحہ ۲۴، ۲۵)

---

## آیت خاتم النبیین کی تفسیر

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (سورة احزاب ۵۷)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں کسی بالغ مرد کا باپ نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہوتا کہ وہ نبی نہیں ہے۔ اگر قرآن کریم نے یہ دلیل پیش کی ہوتی کہ جو شخص کسی بالغ مرد کا باپ نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا یا قرآن کریم سے پہلے بعض قوموں کا یہ عقیدہ ہوتا تو ہم کہتے کہ قرآن کریم میں اس عقیدہ کا استثناء بیان کیا گیا ہے یا اس عقیدہ کی تردید کی گئی ہے لیکن یہ تو کسی قوم کا مذہب نہیں کہ جو کسی مرد کا باپ نہ ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اور عیسائی تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت کے قائل ہیں اور یہودی ان کی بزرگی مانتے ہیں مگر یہ کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ ان کے ہاں اولاد تھی کیونکہ ان کی تو شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ پس اس آیت کے معنی کیا ہوئے کہ محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن نبی ہیں۔ لازماً اس فقرہ کی کوئی وجہ ہونی چاہیے۔ پھر یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ایک شخص جس کے متعلق لوگ غلطی سے یہ کہتے تھے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبئی ہے اس اظہار کے بعد کہ وہ متبئی نہیں اس امر کا کیا تعلق تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر کیا جاتا اور پھر اس بات کا کیا تعلق تھا کہ آپ کی ختم نبوت کا ذکر کیا جاتا۔ کیا اگر زید رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے دیتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی نہ کرتے تو ختم نبوت کا مسئلہ مخفی رہ جاتا۔ کیا اتنے اہم اور عظیم الشان مسائل کو نہیں ضمناً بیان ہوا کرتے ہیں؟ اس کے علاوہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کسی مرد کے باپ ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ نبوت کا کوئی تعلق نہیں۔ پس ہمیں قرآن کریم پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کسی اور جگہ کوئی ایسی بات بیان ہوئی ہے جس سے اگر بالغ مردوں کے باپ ثابت نہ



ہوں تو لفظ مُشْتَبِہ ہو جاتا ہے کیونکہ لَکِنْ کا لفظ عربی زبان میں اور اس کے ہم معنی لفظ دُنْیَا کی ہر زبان میں کسی شُبہ کے دُور کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اس اُلجھن کو دُور کرنے کے لئے ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں صاف لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ :-

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

(سُورَةُ الْكَوْثَرِ)

ہم نے تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے پس تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اور قربانیاں کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی نرینہ اولاد سے محروم ہے تُو نہیں۔

یہ آیت مکی زندگی میں نازل ہوئی تھی اس میں ان مُشرکین مکہ کا رد کیا گیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی وفات ہو جانے پر طعنہ دیا کرتے اور کہا کرتے تھے کہ اس کی تو نرینہ اولاد نہیں۔ آج نہیں تو کل اس کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ (البحر المحیط)

اس سُورۃ کے نزول کے بعد مسلمانوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہوگی اور زندہ رہے گی لیکن ہوا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ رہنے والی اولاد نرینہ تو ان کے خیال کے مطابق ہوئی نہیں اور جن دشمنوں کے متعلق هُوَ الْاَبْتَرُ کہا گیا تھا ان کی اولاد نرینہ زندہ رہی۔ چنانچہ ابو جہل کی اولاد بھی زندہ رہی، عاص کی اولاد بھی زندہ رہی، ولید کی اولاد بھی زندہ رہی (گو آگے چل کر ان کی اولاد مسلمان ہو گئی اور ان میں سے بعض لوگ اکابر صحابہؓ میں بھی شامل ہوئے) جب حضرت زیدؓ کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوئے کہ زیدؓ کی مطلقہ سے جو آپؐ کا متبنی تھا آپؐ نے شادی کر لی ہے اور یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ بہو سے شادی جائز نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جو سمجھتے ہو کہ زید (رضی اللہ عنہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں یہ غلط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بالغ جوان مرد کے باپ ہیں ہی نہیں اور ”مَا كَانَ“ کے الفاظ عربی زبان میں صرف ہی معنی نہیں دیتے کہ اس وقت باپ نہیں بلکہ یہ معنی بھی دیتے ہیں کہ آئندہ بھی باپ نہیں ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں

آتا ہے ”كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا“ (سورہ نساء) یعنی اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم تھا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ اس اعلان پر قدرتا لوگوں کے دلوں پر ایک اور شبہ پیدا ہونا تھا کہ مکہ میں تو سورۃ کوثر کے ذریعہ یہ اعلان کیا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن تو اولادِ نرینہ سے محروم رہیں گے مگر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) محروم نہیں رہیں گے۔ لیکن اب سالہا سال کے بعد مدینہ میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ اب کسی بالغ مرد کے باپ ہیں نہ آئندہ ہوں گے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ سورۃ کوثر والی پیشگوئی (نعوذ باللہ) جھوٹی نکلی اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت مشکوک ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی ہمارے اس اعلان سے لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ یہ اعلان تو (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن اس اعلان سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے۔ باوجود اس اعلان کے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں کی مہر ہیں پچھلے نبیوں کے لئے بطور زینت کے ہیں اور آئندہ کوئی شخص نبوت کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مہر اس پر نہ لگی ہو۔ ایسا شخص آپ کا روحانی بیٹا ہوگا اور ایک طرف سے ایسے روحانی بیٹوں کے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں پیدا ہونے سے اور دوسری طرف اکابرِ مکہ کی اولاد کے مسلمان ہو جانے سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ سورۃ کوثر میں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ ٹھیک تھا۔ ابو جہل، عاص اور ولید کی اولاد ختم کی جائے گی اور وہ اولاد اپنے آپ کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منسوب کر دے گی اور آپ کی روحانی اولاد ہمیشہ جاری رہے گی اور قیامت تک ان میں ایسے مقام پر لوگ فائز ہوتے رہیں گے جس مقام پر کوئی عورت کبھی فائز نہیں ہو سکتی یعنی نبوت کا مقام۔ جو صرف مردوں کے لئے مخصوص ہے۔

پس سورۃ کوثر کو سورہ احزاب کے سامنے رکھ کر ان معنوں کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی کئے جائیں کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن



وہ اللہ کے رسول ہیں اور آئندہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ آیت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے اور سیاق و سباق سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا اور کفار کا وہ اعتراض جس کا سورۃ کوثر میں ذکر کیا گیا ہے بچتہ ہو جاتا ہے۔

### آیت خاتم النبیین کی تفسیر قرآن مجید کی دوسری آیات کی رو سے

قرآن عظیم ایک کامل و مکمل کتاب ہے جس کا اعجاز یہ ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منفرد مقام ختم نبوت ہی کا ذکر نہیں کیا بلکہ متعدد جگہوں پر اس کی تفسیر پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:-

۱۔ سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (الحج ۷)  
اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے کچھ افراد کو رسول بنانے کے لئے چُن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً دعاؤں کو سنتا اور حالات کو دیکھتا ہے۔

اس آیت سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کا ذکر ہے۔ آپ سے پہلے کے لوگوں کا ذکر نہیں ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہیگا یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یعنی آپ کے زمانہ نبوت میں اور انسان بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول کا نام پانے والے کھڑے ہوں گے۔

۲۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دعا سکھائی ہے:-

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

یا اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرے انعام ہوئے ہیں۔

یہ دُعا پانچ وقت فرضاً اور اس کے علاوہ کئی اور وقت نفلً مسلمان پڑھتے ہیں۔ اب سوال ہے کہ منعم علیہ گروہ کا رستہ کیا ہے؟ قرآن شریف نے خود اس کی تشریح فرمائی ہے۔ فرمایا :-

وَلَهْدِيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النّساء ۹)

اگر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر عمل کریں اور بشارت کے ساتھ ان کی فرمانبرداری کریں تو ہم ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیں گے۔

پھر اس صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دینے کا طریقہ یوں بیان کیا ہے :-

وَمَنْ يُطِيعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٰتِ  
وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ  
مِنَ اللّٰهِ ۖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النّساء ۹)

اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے  
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ تو وہ ان لوگوں کے گروہ میں شامل کئے جائیں گے  
جن پر خدا تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں کے گروہ میں اور صدّیقوں کے گروہ میں شہیدوں  
کے گروہ میں اور صالحین کے گروہ میں اور یہ لوگ سب سے بہتر ساختھی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے ایک فضل ہے اور اللہ تعالیٰ تمام امور کو بہتر سے بہتر جانتا ہے۔

اس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ منعم علیہ گروہ کا رستہ وہ رستہ ہے جس پر چل کر انسان نبیوں  
میں اور صدّیقوں میں اور شہیدوں میں اور صلحاء میں شامل ہوتا ہے۔

بعض لوگ اس جگہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں ”مَعَ“ کا لفظ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ منعم علیہ گروہ  
کے ساتھ ہوں گے خود منعم علیہ گروہ میں شامل نہیں ہوں گے حالانکہ اس آیت کے یہ معنی ہو ہی نہیں  
سکتے کیونکہ اس صورت میں اس آیت کے یہ معنی بن جائیں گے کہ یہ لوگ منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہوں گے  
لیکن اس گروہ میں شامل نہیں ہوں گے یعنی نبیوں کے ساتھ ہوں گے لیکن نبیوں میں شامل نہیں ہوں گے



صدیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر صدیقوں میں شامل نہیں ہوں گے شہیدوں کے ساتھ ہوں گے لیکن شہیدوں میں شامل نہیں ہوں گے۔ اور صالحین کے ساتھ ہوں گے لیکن صالحین میں شامل نہیں ہوں گے۔ گویا ان معنوں کی رو سے اُمتِ محمدیہ صرف نبوت سے ہی محروم نہیں ہوئی بلکہ صدقیت سے بھی محروم ہو گئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ ابو بکر صدیق ہے وہ نعوذ باللہ غلط ہے۔ وہ شہداء کے درجہ سے بھی محروم ہو گئی اور قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم شہداء کے مقام پر ہیں وہ بھی غلط ہے۔ (شہداء علی الناس البقرۃ ع) اور صالحین میں بھی اس اُمت کا کوئی آدمی داخل نہیں ہوتا اور جو یہ خیال ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں بہت سے صلحاء گزرے ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے نعوذ باللہ۔ کیا کوئی عقلمند آدمی جس کو قرآن اور حدیث پر عبور ہو ان معنوں کو مان سکتا ہے؟ مع کے معنی ساتھ کے نہیں ہوتے مع کے معنی شمولیت کے بھی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں مومنوں کو یہ دُعا سکھلائی گئی ہے:

تَوَقَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ (ال عمران ع)

اے اللہ ہم کو ابرار کے ساتھ موت دے۔ اور ہر مسلمان اس کے یہی معنی کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے ابراہیم شامل کر کے موت دے یہ معنی کوئی نہیں کرتا کہ یا اللہ جس دن کوئی نیک آدمی مرے اسی دن میں بھی مر جاؤں۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہے:-

اِنَّ السَّٰفِقِيْنَ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاخْلَصُوْا دِيْنََهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَ سَوْفَ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (النساء ع)

یعنی منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو کسی کو ان کا مددگار نہ دیکھے گا۔ ہاں جو توبہ کرے اور اصلاح کرے اور خدا تعالیٰ کی تعلیم کو مضبوطی سے پکڑے اور خدا تعالیٰ

کے لئے اپنی اطاعت مخصوص کرے تو وہ مومنوں میں شامل کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جلد مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔

اس جگہ ”مَعَ الْمُؤْمِنِينَ“ کے الفاظ ہیں مگر ”مَعَ“ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سورۃ الحجرات میں آیا ہے:-

مَا لَكَ اَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ○

اے ابلیس! کیوں تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہوا۔

مگر سورۃ الاعراف میں ہے لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ تھا۔ پس ”مَعَ“ قرآن کریم میں ”مِنْ“ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور قرآن کریم کی مشہور لغت ”مفردات القرآن“ مصنفہ امام راغب میں بھی لکھا ہے:-

وَقَوْلُهُ فَالْكَتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ، اَيْ اَجْعَلْنَا فِي زُمْرَتِهِمْ اِشَارَةً اِلَى قَوْلِهِ فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔  
(مفردات راغب صفحہ ۳۳۵ زیر لفظ كَتَبَ)

یعنی فَالْكَتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ میں ”مَعَ“ کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو زمرہ شاہدین میں داخل فرما جس طرح کہ آیت فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ میں ”مَعَ“ کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے منعم علیہم کے زمرہ میں شامل ہوں گے۔

نیز تفسیر بحر محیط میں امام راغب کے اس قول کی مزید تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:-

قَالَ الرَّاْغِبُ مِّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْفِرْقِ الْاَرْبَعِ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالْثَوَابِ النَّبِيُّ بِالنَّبِيِّ وَالصِّدِّيقُ بِالصِّدِّيقِ وَالشَّهِيدُ بِالشَّهِيدِ وَالصَّالِحُ بِالصَّالِحِ۔

(تفسیر بحر محیط جلد ۲ صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مصر)

یعنی امام راغب کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں شامل



کئے جائیں گے۔ یعنی اس اُمت کا نبی، نبی کے ساتھ۔ صدیق، صدیق کے ساتھ۔ شہید، شہید کے ساتھ۔ صالح، صالح کے ساتھ۔

۳۔ اسی طرح مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:-

يَبْنِيْ اٰدَمَ اِمًا يَّاتِيَنَّكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ لَا فَمِنَ اتَّقٰ وَاصْلَحَ  
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (الاعراف ۷)

اے بنی آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی باتوں پر کان دھریں گے اور اصلاح کے طریق کو اختیار کریں گے ان کو آئندہ کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ ہی گزشتہ غلطیوں پر انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔

اس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں رسول آتے رہیں گے۔ اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِيَّتْ ○ (المرسلات ۷)

اور جب رسول ایک وقتِ مقررہ پر لائے جائیں گے۔

یعنی آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو بروزی رنگ میں دوبارہ ظاہر کرے گا۔ شیعہ لوگ اسی سے استدلال کرتے ہیں کہ امام مہدی کے زمانہ میں تمام رسول لائے جائیں گے اور وہ ان کی اتباع کریں گے۔

چنانچہ تفسیر ”قُتبی“ میں لکھا ہے:-

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلَّا وَيَرْجِعُ اِلَى الدُّنْيَا فَيَنْصُرُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(تفسیر القُتبی صفحہ ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر آخر تک جتنے نبی بھیجے ہیں وہ ضرور دنیا میں واپس آئیں گے

اور امیر المؤمنین مہدی کی مدد کریں گے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سارے رسول آئیں گے اور پھر بھی آپ کی ختم نبوت نہیں ٹوٹے گی۔

بہر حال قرآن کریم کی آیتوں میں سے چند آیات بطور نمونہ درج کر دی گئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور کفش برداری میں اور حضور کے دین کی اشاعت کے لئے اُمتِ محمدیہ میں اُمتی نبی آ سکتے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے، قرآن کے زندہ کتاب ہونے اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر ابدی اور فیصلہ کن دلیل ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

### خَاتَمُ النَّبِيِّينَ کے معنی لغتِ عربی کی رو سے

خَاتَمٌ کا لفظ لغوی اعتبار سے زبانِ عرب میں جن حقیقی یا مجازی معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جماعتِ احمدیہ ان سب کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خَاتَمُ النَّبِيِّينَ یقین کرتی ہے۔ مثلاً

آخری نبی۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی رو سے حضرت سرورِ کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ثابت و واضح ہے کہ آپ شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری ہیں۔ آپ کی شریعت ہمیشہ قائم و دائم ہے کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ خاتم النبیین کے یہ معنی جملہ فرقوں میں مسلم اور اجماعی ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی ان معنوں پر ایمان رکھتی ہے۔ جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب مقامِ ختم نبوت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقامِ محمدت میں منفرد ہیں۔ آپ کے سوا کسی شخص کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ آپ خاتم النبیین ہیں اور روحانی رفعتوں کے



لحاظ سے آپؐ آخری نبیؐ ہیں۔ آپؐ اُس وقت سے آخری نبیؐ ہیں جس وقت ابھی آدمؑ کو نبوتؑ تو کیا انہیں یہ مادی وجود بھی عطا نہ ہوا تھا۔ غرض سب نبوتیں نبوتِ محمدیہؐ کے تحت حاصل کی گئی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی نبوتؑ کی خاطر اور اسی مقامِ محمدیتؑ کی خاطر ساری کائنات کو پیدا کیا تھا۔ اس لئے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کی روحانی رفعت پہلے آسمان تک پہنچنے کے باوجود ختمِ نبوت میں خلل اندازی نہیں کر رہی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ میرے روحانی فرزند یعنی علمائے باطن جو مجھ سے قرآنی علوم حاصل کر کے قرآن کریم کی شریعت کو زندہ اور تابندہ رکھیں گے اور ہر صدی میں آتے رہیں گے وہ بھی انہی انبیاء کی طرح ہیں جن میں سے کوئی پہلے آسمان تک پہنچا، کوئی دوسرے پر، کوئی تیسرے پر، کوئی چوتھے پر، کوئی پانچویں پر، کوئی چھٹے پر، اور ایک ایسا بھی پیدا ہوگا جو انتہائی عاجزی اور عشق کے سارے مراحل طے کرنے کے بعد اور محبت کی انتہائی رفعتوں کو پا لینے کی وجہ سے ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیمؑ کے پہلو میں جا پہنچے گا اور سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ پاٹریگا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک پہنچنے پر ختمِ نبوت کے منافی نہیں پڑتی اسی طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم روحانی سفرِ زندگی روحانی رفعت ساتویں آسمان تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمدیتؑ میں کوئی رخنہ اندازی نہیں کرتی۔

دوسرے یہ تصویر، یہ حقیقتِ معراج ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ کسی کی روحانی رفعتیں سات آسمانوں میں محصور ہونے کی وجہ سے مقامِ ختمِ نبوت میں کوئی خلل نہیں ڈالتیں کیونکہ وہ ارفع مقام اس کے اوپر کا مقام ہے اور ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ روحانی رفعتوں کے حصول کیلئے

اپنی اپنی استعداد کے مطابق کوشش کرو۔ ہمیں یہ بشارت بھی دی گئی ہے کہ اُمتِ محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرزندِ جلیل پیدا ہوگا جو ساتویں آسمان تک پہنچ جائیگا تاہم اس کا مقام حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہے۔“

(الفضل، ۱۷ اپریل ۱۹۷۳ء)

مزید تفصیل کے لئے پمفلٹ ”مقامِ محمدیت کی تفسیر“ ضمیمہ نمبر ۸ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب ”ازالۃ اوہام“ میں فرماتے ہیں:-

”ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ پر آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی بِالرَّفِیقِ الْاَعْلٰی اور اُمت کے سلام و صلوة برابر آنحضرتؐ کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَكْثَرَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِيَائِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔“

نبیوں کا سردار:- نبوت ایک روحانی کمال ہے۔ نبی ایک صاحبِ مرتبت وجود ہوتا ہے صاحبِ کمال و مرتبت وجودوں میں خاتم وہی ہوتا ہے جو اس کمال میں آخری درجہ کو حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے ثبوت میں برصغیر پاک و ہند اور بلادِ عربیہ کی اکتالیس مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:-

- ۱۔ ابوتمام (۵۱۸۸ھ / ۵۲۳۱ھ) شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے۔ (وفیات الاعیان جلد اول)
- ۲۔ ابوالطیب (۵۳۰۳ھ / ۵۳۵۴ھ) کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔ (مقدمہ دیوان المتنبی مصری ص ۱)
- ۳۔ ابوالعلاء المعری (۵۳۶۳ھ / ۵۴۲۹ھ) کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔ (حوالہ مذکورہ حاشیہ ص ۱)
- ۴۔ شیخ علی حزیں (۵۱۱۳ھ / ۵۱۸۰ھ) کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیاتِ سعدی ص ۱۱۷)
- ۵۔ حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیاتِ سعدی ص ۸۷)



- ۶۔ حضرت علی خاتم الاولیاء ہیں۔ (تفسیر صافی۔ سورۃ احزاب)
- ۷۔ امام شافعی (۱۵۰ھ/۶۷۷ء - ۲۰۴ھ/۸۲۰ء) خاتم الاولیاء تھے۔ (التحفة السنیة ص ۴۵)
- ۸۔ شیخ ابن العربی (۵۶۰ھ/۱۱۶۴ء - ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) خاتم الاولیاء تھے۔ (سرورق فتوحات مکیہ)
- ۹۔ کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص ۳۰۴)
- ۱۰۔ امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمہ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ ص ۱۴۸)
- ۱۱۔ السید احمد السنوسی خاتم المجاہدین تھے۔ (اخبار الجامعة الاسلامیہ فلسطین ۲۷، محرم ۱۳۵۲ھ)
- ۱۲۔ احمد بن ادیس کو خاتمة العلماء لمحققین کہا گیا۔ (العقد النفیس)
- ۱۳۔ ابو الفضل الالوسی کو خاتم لمحققین کہا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر روح المعانی)
- ۱۴۔ شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم لمحققین قرار دیا گیا ہے۔ (الحراب ص ۳۷۲)
- ۱۵۔ امام سیوطی (وفات ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) کو خاتمة لمحققین لکھا گیا ہے۔ (سرورق تفسیر الثقان)
- ۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔ (عجالة نافعہ)
- ۱۷۔ الشیخ شمس الدین خاتمة الحفاظ تھے۔ (التجريد الصريح مقدمہ ص ۴)
- ۱۸۔ سب سے بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۲۲)
- ۱۹۔ ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔ (فتوح الغیب ص ۴۳)
- ۲۰۔ الشیخ نجیب کو خاتمة الفقہاء مانا جاتا ہے۔ (اخبار الصراط المستقیم یا فا ۲۷، رجب ۱۳۵۴ھ)
- ۲۱۔ شیخ رشید رضا کو خاتمة المفسرین قرار دیا گیا ہے۔ (الجامعة الاسلامیہ ۹، جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)
- ۲۲۔ الشیخ عبدالحق (۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء - ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) خاتمة الفقہاء تھے۔ (تفسیر الاکلیل سرورق)
- ۲۳۔ الشیخ محمد نجیب خاتمة لمحققین تھے۔ (الاسلام مصری شعبان ۱۳۵۴ھ)
- ۲۴۔ افضل ترین ولی خاتم الولاية ہوتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۷)
- ۲۵۔ شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ھ - ۱۲۳۶ھ) خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۴)

- ۲۶۔ انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مصر)
- ۲۷۔ الشیخ محمد بن عبد اللہ خاتمہ الحفاظ تھے۔ (الرسائل النادرہ ص ۳)
- ۲۸۔ علامہ سعد الدین تفتازانی خاتمہ المحققین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین ص ۱)
- ۲۹۔ ابن حجر العسقلانی خاتمہ الحفاظ ہیں۔ (طبقات المدین سرورق)
- ۳۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب (۱۱۴۸ھ - ۱۲۹۷ھ) کو خاتم المفسرین لکھا گیا ہے۔ (اسرار قرآنی ٹائٹل پیج)
- ۳۱۔ امام سیوطی خاتمہ المحدثین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۱)
- ۳۲۔ بادشاہ خاتم الحکام ہوتا ہے۔ (حجۃ الاسلام ص ۳۵)
- ۳۳۔ حضرت عیسیٰ خاتم الاصفیاء الائمۃ ہیں۔ (بقیۃ المتقدمین ص ۱۸۴)
- ۳۴۔ حضرت علی خاتم الاوصیاء تھے۔ (منار الہدی ص ۱۰۹)
- ۳۵۔ الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ)
- ۳۶۔ ابو الفضل شہاب الالوسی (۶۱۳/۴ - ۸۵۴ھ) کو خاتم الادباء لکھا ہے۔ (سرورق روح المعانی)
- ۳۷۔ صاحب روح المعانی نے الشیخ ابراہیم الکورانی کو خاتمۃ المتأخرین قرار دیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۴۵۳)

- ۳۸۔ مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو خاتم المحدثین لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار ص ۹۹)
- ۳۹۔ حضرت فرید الدین عطار (۶۱۱/۲ - ۶۲۰ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں سہ  
ختم کردہ عدل و انصافش بحق  
تا فراست بردہ از مردم سبق  
(منطق الطیر ص ۲۹)
- ۴۰۔ جناب مولانا حالی حضرت شیخ سعدیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:-

”ہمارے نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور جنگ و حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے۔ اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و جوانی، ظرافت و مزاح، زہد و ریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم



ہے۔ (رسالہ حیاتِ سعدی ص ۱۰۸)

۴۱۔ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (۱۱۴۸ھ - ۱۲۹۷ھ) تحریر فرماتے ہیں :-

”سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت

ممکن الظہور یعنی لائق انتقال و عطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور

وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا۔“ (رسالہ انتصار الاسلام ص ۴۵)

ان استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہل عرب اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدوح کو

خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنی بہترین شاعر، سب سے

بڑا فقیہ اور سب سے بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

ان معنوں کے رُو سے خاتم النبیین کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و

رسالت کا ہر کمال ختم ہے۔ آپ سے بڑا یا آپ کے برابر کوئی نبی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ گویا آپ

افضل الانبیاء اور سید المرسلین ہیں اور آپ سب نبیوں کے کمالات کے جامع ہیں۔ خاتم النبیین کے ان

معنوں پر علمائے اُمت کا اتفاق رہا ہے اور جماعت احمدیہ خاتم النبیین کے یہ معنی بھی ہر پہلو سے تسلیم کرتی

ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس

وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل اور قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی

تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔

میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے

یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔“ (الحکم، ۱ جنوری ۱۹۰۱ء)

نبیوں کو ختم کرنے والے :- ”اگر نبیوں کو ختم کرنے والا“ کے معنی کئے جائیں تب یہ غور طلب امر ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نبیوں کو ختم فرمایا۔ جسمانی اور مادی زندگی کے ختم کرنے کا سوال نہ تھا وہ سب نبی تو پہلے ہی فوت ہو چکے تھے جو ایک نبی حضرت عیسیٰ زندہ سمجھے جاتے تھے وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ باقی رہا معنوی طور پر ختم کرنا تو یہ درست ہے کہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب نبیوں کو بلحاظ کمالات ختم کر دیا ہے یعنی آپ سب نبیوں سے کامل تر، بلند تر، اور اعلیٰ تر ہیں اور آپ کی شان یہ ہے کہ آپ پر فقط نبوت ہی نہیں جملہ کمالات روحانی بھی ختم ہو گئے ہیں جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال  
لا جسم شد ختم ہر پیغمبر

آپ اپنی کتاب ”توضیح مرام“ میں مزید فرماتے ہیں :-

”جناب سیدنا و مولانا سید الکمل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے..... ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اسی ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔“

نبیوں کی مہر :- عربی میں خاتم مہر کو کہتے ہیں۔ جماعت احمدیہ آنحضرتؐ کو نبیوں کی مہر بھی یقین کرتی ہے چنانچہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :-

”اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ”صاحب خاتم“ بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام ”خاتم النبیین“ ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت سے نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا



نتیجہ نہ تھی بلکہ وہ نبوتیں براہِ راست خدا کی ایک مہبت تھیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ بھی کچھ دخل نہ تھا۔“

اس کے ساتھ ہی حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ نے نہایت پُر زور رنگ میں یہ اعلان بھی فرمایا ہے کہ مہرِ محمدی کے یہ اثرات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں :-

”پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو ہر چشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرارِ افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی گنجی اس کو دی گئی ہے۔“ (صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

حضرت بانیؑ سلسلہ احمدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے اس پہلو پر جو کچھ لکھا ہے اسکی تائید و تصدیق عہدِ حاضر کے علماء بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ دیوبندی مسلک کے مشہور عالم مولانا محمود الحسن صاحب اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ترجمہ قرآن میں لکھا ہے :-

”جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالمِ اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی روحِ محمدی صلعم پر ختم ہوتا ہے۔ بدین لحاظ

کہہ سکتے ہیں کہ آپ رُتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ ہی کی مہر لگ کر ملی ہے۔“

اسی طرح مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں :-  
 ”حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہو، فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا۔“

(آفتاب نبوت کامل ص ۱۹۹ ناشر ادارہ عثمانیہ ۳۲۔ انارکلی لاہور)

خلاصہ :- مختصر یہ کہ قرآن و حدیث اور لغت عرب غرض کہ جس نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ آج مسلمانانِ عالم میں جماعتِ احمدیہ ہی کو یہ فخر و اعزاز حاصل ہے کہ ہر لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرتی ہے اور اس مقدس عقیدہ پر علیٰ وجہ البصیرت ایمان رکھتی ہے۔ (مزید وضاحت کے لئے پمفلٹ ”ہم مسلمان ہیں“۔ ”ہمارا موقف“۔ ”عظیم روحانی تجلیات“ بطور ضمیمہ نمبر ۹-۱۰-۱۱ شامل ہیں)۔

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں :-

”ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین

شُرک اور بدعت سے ہم ہزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا

ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا“ (ازالہ اوہام ص ۱۴)



## تفسیر آیت خاتم النبیین احادیث نبویہ کی روشنی میں

۱۔ آیت ”خاتم النبیین“ کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے معنی کو سمجھنے کیلئے ایک نہایت محکم کلید امت کے ہاتھ میں دی ہے۔ واضح رہے کہ شہد ہجری میں آیت خاتم النبیین کا نزول ہوا اور ۹ شہد ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہو گیا اس کی وفات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

لَوْعَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔

حضور کا یہ ارشاد آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ہے اور اس سے خاتم النبیین کی واضح تفسیر ہو جاتی ہے حضور نے فرمایا کہ خاتم النبیین کا لفظ صدیق نبی یا امتی نبی ہونے میں روک نہیں۔ اگر حضور کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی یہ ہوتے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا تو حضور اس موقع پر یوں فرماتے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں مگر حضور نے یوں فرمایا کہ اگرچہ میں خاتم النبیین ہوں لیکن اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو وہ ضرور نبی بن جاتا۔ گویا صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے میں اس کی وفات روک تھی نہ کہ آیت خاتم النبیین۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی ہونہار طالب علم کے فوت ہو جانے پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور ایم۔ اے کر لیتا۔ یہ فقرہ اسی صورت میں کہا جائے گا جب لوگوں کے لئے ایم۔ اے پاس کرنا ممکن ہو۔ اگر ایم۔ اے کا درجہ ہی بند ہو چکا ہو اور کسی شخص کا ایم۔ اے بننا ممکن نہ ہو تو ہونہار طالب علم کی وفات پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ایم۔ اے بن جاتا۔

حدیث نبوی لَوْعَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا کی صحت پر ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔ امام شہاب

لکھتے ہیں :-

”أَمَّا صِحَّةُ الْحَدِيثِ فَلَا شُبْهَةَ فِيهَا لِأَنَّهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ كَمَا ذَكَرَهُ

ابْنُ حَجَرٍ“ (الشهاب على البيضاوى جلد ۷، ص ۷۵۱)

اہل سنت والجماعت کے مشہور حنفی امام ملا علی القاریؒ اس حدیث کو تین طریقوں سے مروی اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”لَوْعَاشَ إِبْرَاهِيمَ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَلِكَ وَصَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكُنَّا مِنْ أَتْبَاعِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَعِيسَى وَالْخَضِرِ وَالْيَاسِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلَا يَنَاقِضُ قَوْلَهُ تَعَالَى خَاتَمَ النَّبِيِّينَ إِذَا الْمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَأْتِي نَبِيٌّ بَعْدَهُ يَنْسَخُ مِلَّتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِهِ“

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع یا اُمتی ہوتے جیسے عیسیٰ، خضر اور الیاس علیہم السلام ہیں۔ یہ صورت خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنی ہیں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپؐ کا اُمتی نہ ہو۔  
(موضوعات کبیر ملا علی القاری ص ۶۹)

۲۔ مسلم شریف کی حدیث میں آنے والے مسیح موعود کو چار مرتبہ لفظ نبی اللہ کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔  
(صحیح مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجال)

۳۔ حضورؐ کی یہ حدیث ایک مشہور حدیث ہے :-

”أَبُو بَكْرٍ أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا“ (کنوز الحقائق)

کہ حضرت ابو بکرؓ اُمت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ اُمت میں کوئی نبی

پیدا ہو۔



۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:-

”قُولُوا إِنَّهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ“ (تکملہ مجمع البحار ص ۸)

کہ حضور کو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔

پھر ابن ماجہ کی حدیث جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اس میں حضورؐ نے فرمایا اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی بن جاتا۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امت میں ایک قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور وہ فنا فی الرسول کے ذریعہ سے نبوت کو پانے کا دروازہ ہے۔

بلاشبہ ایسی احادیث کے مقابل دوسری احادیث بھی ہیں جن میں بظاہر باب نبوت کو مسدود قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک اصولی طور پر جملہ احادیث کا حل یہ ہے کہ جن احادیث میں نبوت کو بند قرار دیا گیا ہے اس سے مراد نئی شریعت والی یا مستقل نبوت ہے۔ اور جن احادیث میں نبوت کے امکان کا ذکر ہے اس جگہ غیر شرعی اور امتی نبوت مراد ہے۔ اس طرح سے جملہ احادیث میں پوری تطبیق ہو جاتی ہے اور اس لحاظ سے جملہ احادیث قرآن مجید کی آیات سے مطابق ہو جاتی ہیں۔

(اس تفصیلی پہلو پر کتاب ”القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین“ ملاحظہ فرمائی جائے جو بطور ضمیمہ نمبر ۶ شامل کی گئی ہے)

پس جملہ احادیث نبویہ کو یکجائی طور پر دیکھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والے نبیوں یا مستقل نبیوں کی آمد بند ہے ہاں امتی نبی اور تابع شریعت محمدیہ نبی کے آنے کا امکان موجود ہے۔ اسی بناء پر جملہ فرقے آنے والے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع نبی مانتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا امتی نبی یقین کرتے ہیں اور یہی جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔



## بزرگانِ سلف اور تفسیرِ ختمِ نبوت

جماعتِ احمدیہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ اصولی اور بنیادی طور پر ختمِ نبوت کی ان تمام تفاسیر کو بدل جان تسلیم کرتی ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارفع اور منفرد شان دو بالا ہوتی ہے اور جو بزرگانِ اُمت نے گزشتہ تیرہ صدیوں میں وقتاً فوقتاً بیان فرمائیں۔

(اس حقیقت کے ثبوت میں رسالہ ”خاتمُ الانبیاء“ بطور ضمیمہ نمبر ۱ پیش ہے)





انکارِ جہاد کے الزام کی حقیقت

## انکارِ جہاد کے الزام کی حقیقت

(۱)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر آپ کے مخالفین کی طرف سے یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ اسلامی فریضہ جہاد کو منسوخ فرمادیا۔ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے۔ جہاد اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس کی فرضیت اور اہمیت قرآن کریم اور احادیث نبوی سے واضح ہے۔ جہاد ایک جامع لفظ ہے جو وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ علمائے دین اور فقہاء نے جہاد کی بہت سی اقسام کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً جہاد بالنفس، جہاد بالمال، جہاد بالعلم، جہاد اکبر، جہاد کبیر اور جہاد اصغر وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک جہاد اصغر یعنی جہاد بالسیف کا تعلق ہے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے پہلے کے علمائے دین اور فقہاء نے جہاد کی اس قسم کو جو قرآنی اصطلاح میں قتال کہلاتی ہے مخصوص حالات اور شرائط کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔ بدقسمتی سے اُمتِ مسلمہ میں امتدادِ زمانہ کے ساتھ جہاد کا یہ غلط مفہوم راہ پکڑ گیا کہ اسلام کو بذریعہ جنگ بزورِ شمشیر پھیلانا جہاد ہے۔

اسلامی جہاد کی حقیقت سے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے پُر معارف ارشادات پیش ہیں:-

”اب ہم اس سوال کا جواب لکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کو جہاد کی کیوں ضرورت پڑی اور جہاد کیا چیز ہے؟ سو واضح ہو کہ اسلام کو پیدا ہوتے ہی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور تمام قومیں اس کی دشمن ہو گئی تھیں۔ جیسا کہ یہ ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک نبی یا رسولِ خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اور اس کا فرقہ لوگوں کو ایک گروہ ہونما اور استباز اور باہمت اور ترقی کرنے والا دکھائی دیتا ہے تو اس کی نسبت موجودہ قوموں اور فرقوں کے دلوں میں ضرور



ایک قسم کا بغض پیدا ہو جایا کرتا ہے بالخصوص ہر ایک مذہب کے علماء اور گدے نشین تو بہت ہی بغض ظاہر کرتے ہیں..... اور سراسر نفس کے تابع ہو کر ضرر رسانی کے منصوبے سوچتے ہیں بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دلوں میں محسوس بھی کرتے ہیں۔ وہ خدا کے ایک پاک دل بندہ کو ناحق ایذا پہنچا کر خدا کے غضب کے نیچے آگئے ہیں اور ان کے اعمال بھی جو مخالف کارستانیوں کے لئے ہر وقت ان سے سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے دل کی قصور وار حالت کو ان پر ظاہر کرتے رہتے ہیں مگر پھر بھی حسد کی آگ کا تیز انجن عداوت کے گڑھوں کی طرف ان کو کھینچے لئے جاتا ہے۔ یہی اسباب تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مشرکوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عالموں کو نہ محض حق کے قبول کرنے سے محروم رکھا بلکہ سخت عداوت پر آمادہ کر دیا۔ لہذا وہ اس منکر میں لگ گئے کہ کسی طرح اسلام کو صفحہ دنیا سے مٹا دیں اور چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے ان کے مخالفوں نے بباعث اس تکبر کے جو فطرتاً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزین ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں، مال میں، کثرت جماعت میں، عزت میں، مرتبہ میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راستبازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اٹھا نہیں رکھا تھا اور ان کو خوف یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیرجم جائیں اور پھر اس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو ان کے دلوں میں ایک رعب ناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے

اور نوعِ انسان کے فخرانِ شریہ درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں گُچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا ان کے خونوں سے گُچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دَم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسولؐ کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں، بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی و ن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنے پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ يَا الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۴۴)

”اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے کہ جو اول آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔ قرآن کے رُوسے یہ بد معاشوں کا طریق ہے نہ نیکوں کا۔ لیکن توریت



نے یہ فرق کسی جگہ کھول کر بیان نہیں فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اپنے جلال اور جمال احکام میں اسی خطِ مستقیمِ عدل اور انصاف اور رحم اور احسان پر چلتا ہے جس کی نظیر دنیا میں کسی کتاب میں موجود نہیں۔“ (انجامِ آتھم حصہ دوم ص ۳)

”اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں ظاہری جنگ کی مطلق ضرورت اور حاجت نہیں بلکہ آخری دنوں میں جنگِ باطنی کے نمونے دکھانے مطلوب تھے اور روحانی مقابلہ زیرِ نظر تھا کیونکہ اس وقت باطنی ارتداد اور الحاد کی اشاعت کے لئے بڑے بڑے سامان اور اسلحہ بنائے گئے اس لئے ان کا مقابلہ بھی اسی قسم کے اسلحہ سے ضروری ہے۔ کیونکہ آج کل امن و امان کا زمانہ ہے اور ہم کو ہر طرح کی آسائش اور امن حاصل ہے۔ آزادی سے ہر آدمی اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور احکام کی بجا آوری کر سکتا ہے۔ پھر اسلام جو امن کا سچا حامی ہے، بلکہ حقیقتاً امن اور سلم اور آشتی کا اشاعت کنندہ ہی اسلام ہے کیونکہ اس زمانہ امن و آزادی میں اس پہلے نمونہ کو دکھانا پسند کر سکتا تھا؟ پس آجکل وہی دوسرا نمونہ یعنی روحانی مجاہدہ مطلوب ہے۔“ (ملفوظات جلد اول ص ۵۸)

”ابتدائے اسلام میں دفاعی لڑائیوں اور جسمانی جنگوں کی اس لئے بھی ضرورت پڑتی تھی کہ دعوتِ اسلام کرنے والے کا جواب دلائل و براہین سے نہیں بلکہ تلوار سے دیا جاتا تھا اس لئے لاچار جواب الجواب میں تلوار سے کام لینا پڑا لیکن اب تلوار سے جواب نہیں دیا جاتا بلکہ قلم اور دلائل سے اسلام پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جائے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جائے اس لئے اب کسی کو شایاں نہیں کہ قلم کا جواب تلوار سے دینے کی کوشش کرے۔ ع

گر حفظِ مراتب نکتی زندیقی

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۸، ۵۹)

”اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رُو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اُتروں اور اسلام کی رُوحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ دکھلاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو۔ میں نے ایک وقت ان اعتراضات اور حملات کو شمار کیا جو اسلام پر ہمارے مخالفین نے کئے ہیں تو ان کی تعداد میرے خیال اور اندازہ میں تین ہزار ہوئی اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تو تعداد اور بڑھ گئی ہوگی۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام کی بناء ایسی کمزور باتوں پر ہے کہ اس پر تین ہزار اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے یہ اعتراضات تو کوتاہ اندیشوں اور نادانوں کی نظر میں اعتراض ہیں مگر میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں جو عدم بصیرت کی وجہ سے معترضین کو دکھائی نہیں دیں اور درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آکر اٹکا ہے وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۶۰، ۵۹)

”سو جاننا چاہیے کہ قرآن شریف یوں ہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں



اور دینِ اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مومنوں پر واجب ہے جو ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔“ (نور الحق حصہ دوم ص ۶۲)

”اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلیٰ کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلاویں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کر دے۔“ (اخبار البدر قادیان ۱۳ اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۳۹ کالم ۳)

”خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں ان خزانہ مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کچھڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے اس سے ان کو پاک صاف کروں خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے منزہ و مقدس کرے۔“

الغرض ایسی صورت میں کہ مخالفین قلم سے ہم پر وار کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں کس قدر بیوقوفی ہوگی کہ ہم ان سے لٹھ لٹھا ہونے کو تیار ہو جائیں۔ میں نہیں کھول کر بتلاتا ہوں کہ ایسی صورت میں اگر کوئی اسلام کا نام لے کر جنگ و جدال کا طریق جواب میں اختیار کرے تو وہ اسلام کا بدنام کرنے والا ہوگا اور اسلام کا کبھی ایسا منشاء نہ تھا کہ بے مطلب اور بلا ضرورت تلوار اٹھائی جائے۔ اب لڑائیوں کی اغراض جیسا کہ میں نے کہا ہے فن کی شکل میں آکر دینی نہیں رہیں بلکہ دنیوی اغراض ان کا موضوع ہو گیا ہے۔ پس کس قدر ظلم ہوگا کہ اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی بجائے تلوار دکھائی جائے۔ اب زمانہ کے ساتھ حرب کا پہلو بدل گیا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے اپنے دل اور دماغ سے کام لیں اور نفوس کا تزکیہ کریں۔ راستبازی اور تقویٰ سے خدا تعالیٰ سے امداد اور فتح

چاہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک اہل قانون اور مستحکم اصول ہے۔ اور اگر مسلمان صرف قیل و قال اور باتوں سے مقابلہ میں کامیابی اور فتح پانا چاہیں تو یہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ لاف و گزاف اور لفظوں کو نہیں چاہتا وہ تو حقیقی تقویٰ چاہتا ہے اور سچی طہارت کو پسند فرماتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ○ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۶۰-۶۱)

”قرآن میں صاف حکم ہے کہ دین کے پھیلانے کے لئے تلوار مت اٹھاؤ اور دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرو اور نیک نمونوں سے اپنی طرف کھینچو اور یہ مت خیال کرو کہ ابتداء میں اسلام میں تلوار کا حکم ہو ا کیونکہ وہ تلوار دین کو پھیلانے کے لئے نہیں کھینچی گئی تھی بلکہ دشمنوں کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور یا امن قائم کرنے کے لئے کھینچی گئی تھی مگر دین کے لئے جبر کرنا کبھی مقصد نہ تھا۔“ (ستارہ قیصریہ ص ۱۶)

”میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ یعنی دین اسلام میں جبر نہیں تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کون سے سامان تھے۔“ (پیغام صلح ص ۵)

”مسیح موعود دُنیا میں آیا ہے تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرے اور اپنے حجج اور براہین سے ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اس کی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اس کے حقائق و معارف و حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں۔ اس لئے وہ تمام لوگ آگاہ رہیں جو اسلام کے بزور شمشیر پھیلانے جانے کا اعتراض کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لئے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں۔ اگر کسی کو شک ہے تو وہ میرے پاس رہ کر دیکھ لے کہ اسلام اپنی زندگی کا ثبوت براہین اور نشانات سے دیتا ہے۔“



اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ ان تمام اعتراضوں کو اسلام کے پاک وجود سے دور کر دے جو خبیث آدمیوں نے اس پر کئے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا اعتراض کرنے والے اب سخت شرمندہ ہوں گے۔“ (ملفوظات جلد سوم ص ۶۷)

”اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں۔

۱۔ دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری۔

۲۔ بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔

۳۔ بطور آزادی قائم کرنے کے۔ یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبراً اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سر اسر لغو اور بیہودہ ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے۔“ (مسیح ہندوستان میں ص ۱)

”سوچنا چاہیئے کہ اگر مثلاً ایک شخص ایک سچے مذہب کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ وہ اس کی سچائی اور اس کی پاک تعلیم اور اس کی خوبیوں سے ہنوز ناواقف اور بے خبر ہے تو کیا ایسے شخص کے ساتھ یہ برتاؤ مناسب ہے کہ بلا توقف اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ ایسا شخص قابلِ رحم ہے اور اس لائق ہے کہ نرمی اور خلقت سے اس مذہب کی سچائی اور خوبی اور روحانی منفعت اس پر ظاہر کی جائے نہ یہ کہ اس کے انکار کا تلوار یا بندوق سے جواب دیا جائے لہذا اس زمانہ کے ان اسلامی فرقوں کا مسئلہ جہاد اور پھر اس کے ساتھ یہ تعلیم کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب ایک خونی مہدی پیدا ہوگا جس کا نام امام محمد ہوگا اور مسیح اس کی مدد کیلئے آسمان سے اترے گا اور وہ دونوں مل کر دنیا کی تمام غیر قوموں کو اسلام کے انکار پر قتل کر دیں گے نہایت درجہ اخلاقی مسئلہ کے مخالف ہے۔ کیا یہ وہ عقیدہ نہیں ہے کہ جو انسانیت کے تمام

پاک قومی کو معطل کرتا اور درندوں کی طرح جذبات پیدا کر دیتا ہے اور ایسے عقائد والوں کو ہر ایک قوم سے منافقانہ زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔“ (سیح ہندوستان میں صفحہ ۷۶، ۷۷)

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اور پھر بعد اس کے بھی کفار کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور بالخصوص مکہ کے تیرہ برس اس مصیبت اور طرح طرح کے ظلم اٹھانے میں گزرے کہ جس کے تصور سے بھی رونا آتا ہے لیکن آپ نے اس وقت تک دشمنوں کے مقابل پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ ان کے سخت کلمات کا سخت جواب دیا۔ لہذا یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہؓ نے کبھی دین پھیلانے کے لئے لڑائی کی تھی یا کسی کو جبراً اسلام میں داخل کیا تھا سخت غلطی اور ظلم ہے۔“ (سیح ہندوستان میں صفحہ ۸۱، ۸۲)





(۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلقہ اقتباسات کے بعد اب ہم آپ کے زمانہ سے پہلے کے بزرگانِ اسلام، آپ کے ہم عصر علمائے کرام اور آپ کے زمانہ کے بعد کے بعض مشہور علماء کے جہاد کے متعلق چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے موقف کی پُر زور تائید ہوتی ہے اور یہ حقیقت خوب کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آج جن فرقوں کے علماء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر انکارِ جہاد کا الزام لگا رہے ہیں خود ان فرقوں کے علماء کی تحریرات کی رو سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا فیصلہ عین شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا اور سہمِ بھی اس سے انحراف کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔

### ۱۔ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کا ارشاد

”سرکارِ انگریزی گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرضِ مذہبی اور عبادتِ لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے اور ترویج کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ توحیدِ الہی اور احیائے سننِ سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکارِ انگریز پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلافِ اصولِ مذہبِ طرفین کا خون بلا سبب گرا دیں“

(”سوانح احمدی“ مرتبہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری صفحہ ۱۷۱)

### ۲۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید کا فتویٰ

حضرت مولانا اسماعیل صاحب شہید کے متعلق لکھا ہے :-

”مولانا اسماعیل شہید کاسگھوں سے اُن کے مذہبِ اسلام میں دست اندازی کے سبب جہاد رہا۔ اس جہاد کی ترغیب کے لئے وہ خطبہ انہوں نے بنایا تھا۔ گورنمنٹ انگلشیہ سے نہ ان کا جہاد تھا اور نہ اس گورنمنٹ سے جہاد کا اس خطبہ میں صراحت یا کنایت ذکر ہے بلکہ اس گورنمنٹ سے وہ جہاد کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔“ (اشاعت السنہ جلد ۹ نمبر ۱ صفحہ ۱۲۱۱)

### ۳۔ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ

”جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سببِ ہلاکت اور معصیت ہوگا۔“  
(فتاویٰ نذیریہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۲)

### ۴۔ خلیفۃ المسلمین کا فتویٰ

جناب تفضی احمد خاں میکش ”تاریخ اقوامِ عالم“ میں لکھتے ہیں :-  
”خلیفہ نے اس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہیے کیونکہ وہ خلافتِ اسلامیہ کے حلیف اور مددگار ثابت ہو چکے ہیں۔“  
”تاریخ اقوامِ عالم“ صفحہ ۶۳۹ از تفضی احمد خاں میکش  
ناشر مجلس ترقی ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ لاہور

### ۵۔ ”فتویٰ علماء اسلام“ مطبع دہخانی لاہور

”سرورق پر آیت ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ لکھی ہے جس میں انگریزوں کو اولی الامر قرار دے کر ان کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے۔ اس فتویٰ پر مندرجہ ذیل مشہور علمائے کرام کے دستخط ثبت ہیں :-



- جناب مفتی مولوی محمد عبداللہ ٹونکی۔ میجرس مستشار العلماء۔ لاہور
- جناب مولوی غلام محمد صاحب بگوی۔ امام مسجد شاہی و رکن اعظم انجمن مستشار العلماء۔ لاہور
- جناب سید مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی
- جناب ابوالصفاء مولوی قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی پشوری
- جناب مولوی محمد صاحب لدھیانوی
- جناب مولوی ابو محمد عبداللہ الانصاری ناظم محکمہ دینیات مدرستہ العلوم علی گڑھ
- جناب مولوی عبدالحی صاحب امین آبادی لکھنوی منتظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- جناب مفتی محمد عبدالرحیم صاحب پشوری
- جناب مولوی غلام محمد صاحب ہوشیار پوری رکن اعظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- جناب ملا حافظ عزت اللہ صاحب ساکن زخی ضلع پشاور
- جناب ابوالحامد مولوی عبدالمجید صاحب لکھنوی
- جناب قاضی طفرالدین صاحب ساکن گوجرانوالہ
- جناب ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی
- جناب ملا حافظ حامد شاہ صاحب خطیب جامع مسجد مہابت خاں پشاور
- جناب مولوی ابو محمد غلام رسول صاحب امرتسری
- جناب مولوی عبدالرحمان صاحب ابن مولوی غلام علی صاحب مرحوم قصوری
- جناب مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی
- جناب مولوی غلام احمد صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ۔ لاہور
- جناب مولوی محمد حسین صاحب فیضی مدرس مدرسہ نعمانیہ۔ لاہور
- جناب مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی

- جناب قاضی رفیع اللہ صاحب ساکن بڈنی ضلع پشاور
- جناب مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی امرتسری
- جناب سید محمد عبدالسلام الدھلوی نبیرہ حضرت جناب مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی المحدث دہلوی۔

- جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی ابن مولوی محمد حسین صاحب فقیر
- جناب سید محمد ابوالحسن الدھلوی نبیرہ خور و جناب مولانا شمس العلماء سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی المحدث دہلوی۔

• جناب مولوی مداح بشیر و نذیر ابن مولوی محمد حسین صاحب المتخلص بفقیر

• جناب مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ سہارنپور

• جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

• جناب محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند

اس فتویٰ میں جو انجمن اسلامیہ پنجاب کے استفتاء پر مندرجہ بالا علماء کرام نے دیا تھا صاف طور پر لکھا ہے کہ:-

(۱) ”مذہب اسلام کی رو سے کسی آدمی کو ناحق مار ڈالنا ناجائز، حرام اور سخت بدترین گناہوں میں سے ہے خواہ وہ آدمی مسلم ہو یا غیر مسلم ہو، عیسائی ہو یا یہودی، ہندو ہو یا پارسی وغیرہ وغیرہ۔“

(۲) برٹش گورنمنٹ اور اس کی تمام رعایا میں باہمی حفاظت و سلامت کی بابت حقیقی یا ظہنی طور پر قطعی معاہدہ ہو چکا ہے۔

(۳) یہ یقینی بات ہے کہ جو شخص گورنمنٹ کی قوم یا اس کی رعایا میں سے کسی کو قتل کرے گا وہ بمقتضائے حدیث مذکور ”مَنْ قَتَلَ مَعَاهِدًا مَرِيحًا رَائِحَةَ الْجَنَّةِ“ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔“



#### ۶۔ اہلحدیث ہنما مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے فتویٰ کی رو سے۔

- (ا) ”اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔“  
(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۸۷)
- (ب) ”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہگار اور حکم قرآن و حدیث وہ مفسد باغی اور بدکردار تھے۔“ (رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۹ نمبر ۱)
- (ج) ”اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ اُن کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔“  
(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۸ تا ۴۸)

#### ۷۔ جناب مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا فتویٰ

”فقیر نے ”اعْلَامُ الْاَعْلَامِ بِاَنَّ هِنْدُوْسْتَانَ دَارُ السَّلَامِ“ میں بدلائل ساطعہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالسلام ہے اور اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں۔“  
(نصرۃ الابراہیم ۲۹ مطبع صحافی لاہور آپجیس گنج میں چھپا۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ)

#### ۸۔ جناب سرسید احمد خان صاحب کا بیان

سرسید احمد بانی دارالعلوم علی گڑھ اپنی کتاب ”اسباب بغاوت ہند“ میں لکھتے ہیں:-  
”جب کہ مسلمان ہماری گورنمنٹ کے متاثر تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسماعیل نے ہندوستان میں جہاد کا وعظ کیا اور آدمیوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ اس وقت اس نے صاف بیان کیا کہ

ہندوستان کے رہنے والے جو سرکارِ انگریزی کے امن میں رہتے ہیں ہندوستان میں جہاد نہیں کر سکتے۔“ (اسباب بغاوت ہند صفحہ ۱۰۴ ناشر اردو اکیڈمی سندھیشن روڈ، کراچی)

## ۹۔ مکہ معظمہ کے مفتیوں کا فتویٰ

- (۱) جمال الدین بن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ مکرمہ
- (۲) حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ معظمہ
- (۳) احمد بن ذہبی شافعی مفتی مکہ معظمہ نے ہندوستان کے دارالسلام ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔“
- (کتاب ”سید عطاء اللہ شاہ بخاری“ ص ۳ مؤلفہ شورش کاشمیری)

## ۱۰۔ مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر ”زمیندار“ لاہور لکھتے ہیں:-

”مذہبی آزادی اور امن و امان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی بد بخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں۔“

(اخبار ”زمیندار“ لاہور۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۱ء)

بحوالہ ظفر علی خان کی گرفتاری ”از خان کابلی“





(۳)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر انکارِ جہاد کا الزام واضح طور پر آپ کی تعلیم، مجاہدانہ زندگی اور فرمودات کے منافی ہے۔ آپ کی ساری زندگی اسلام کی مدافعت، تبلیغ اور جہادِ کبیر یعنی جہاد بالقرآن میں صرف ہوئی۔ آپ نے اپنے وقت میں اسلام کی تائید میں ہندو مذہب اور عیسائیت کی خطرناک یلغار کے خلاف ایک عظیم جہاد کیا۔ کاسرِ صلیب ہونے کی حیثیت سے آپ نے عیسائیوں کے گمراہ گن پر اپیگنڈہ اور تشلیٹ کی باطل عمارت کو دلائل و براہین کے ساتھ پاش پاش کر دیا۔ اس ضمن میں آپ کے چند اقتباسات پیش ہیں جن سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ آپ نے اسلام کی تائید میں عیسائیت کے خلاف جو عظیم الشان جہاد کیا اس کے پیچھے کتنا قوی اور والہانہ جذبہ کار فرما تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

”خدا نے کسرِ صلیب کے لئے میرا نام مسیح قائم رکھا تا جس صلیب نے مسیح کو توڑا تھا اور اس کو زخمی کیا تھا دوسرے وقت میں مسیح اس کو توڑے مگر آسمانی نشانوں کے ساتھ نہ انسانی ہاتھوں کے ساتھ، کیونکہ خدا کے نبی مغلوب نہیں رہ سکتے۔ سو سنہ عیسوی کی بیسویں صدی میں پھر خدا نے ارادہ فرمایا کہ صلیب کو مسیح کے ہاتھ سے مغلوب کرے۔“ (تمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۴)

”ایک مُتقی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اس چودھویں صدی کے سر پر جس میں ہزاروں حملے اسلام پر ہوئے ایک ایسے مجدد کی ضرورت تھی کہ اسلام کی حقیقت ثابت کرے۔ ہاں اس مجدد کا نام اس لئے مسیح ابن مریم رکھا گیا کہ وہ کسرِ صلیب کے لئے آیا ہے اور خدا اس وقت چاہتا ہے کہ جیسا کہ مسیح کو پہلے زمانہ میں یہودیوں کی صلیب سے نجات دی تھی اب عیسائیوں کی صلیب سے بھی اس کو نجات دے۔ چونکہ عیسائیوں نے انسان کو خدا بنانے کے لئے بہت کچھ افتراء کیا ہے اس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ مسیح کے نام پر ہی ایک شخص کو مامور کر کے اس افتراء کو

نہیں و نابود کرے۔ یہ خدا کا کام ہے اور ان لوگوں کی نظر میں عجیب۔“ (انجام آتھم صفحہ ۳۲، ۳۲۱)

”اس زمانہ میں پادریوں کا متعصب فرقہ جو سراسر حق پوشی کی راہ سے کہا کرتا تھا کہ گویا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ان کو خدا تعالیٰ نے سخت شرمندہ کرنے والا جواب دیا اور کھلے کھلے نشان اس اپنے بندہ کی تائید میں ظاہر فرمائے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت ریدہ دہانی سے اور سراسر افتراء سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احادیث محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیش گوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ان ہزار ہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں تازہ بہ تازہ صد ہا نشان ایسے ظاہر فرمائے کہ کسی مخالف و منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے رہے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو اور خدائے ازل، ابدی، حقیقی و قیوم، ذوالاقتدا کے دائیں طرف بیٹھنا اس کا ایسے پُر زور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا



اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنیوالا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور کرے اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ نچتہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشنے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے سو ہم اپنے خدائے پاک و الجلال کا کیا شکر کریں کہ اسی نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اسی محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچے تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملکِ مقدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ - إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (ترياق القلوب ص ۱۸)

”مسیح موعود کے وجود کی علت غائی احادیث نبویہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عیسائی قوم کے جل کو دور کرے گا اور ان کے صلیبی خیالات کو پاش پاش کر کے دکھلا دے گا چنانچہ یہ امر میرے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایسا انجام دیا کہ عیسائی مذہب کے اصول کا خاتمہ کر دیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے بصیرت کاملہ پا کر ثابت کر دیا کہ وہ لعنتی موت کہ جو نعوذ باللہ حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس پر تمام مدارِ صلیبی نجات کا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی اور کسی طرح لعنت کا مفہوم کسی راستباز پر صادق نہیں آ سکتا۔ چنانچہ فرقہ پادریاں اس جدید طرز کے سوال سے جو حقیقت میں ان کے مذہب کو پاش پاش کرتا ہے ایسے لاجواب ہو گئے کہ جن جن لوگوں نے اس تحقیق پر اطلاع پائی ہے وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس اعلیٰ درجہ کی تحقیق نے صلیبی مذہب کو توڑ دیا ہے۔ بعض پادریوں کے خطوط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ

وہ اس فیصلہ کرنے والی تحقیق سے نہایت درجہ ڈر گئے ہیں اور وہ سمجھ گئے ہیں کہ اس سے ضرور صلیبی مذہب کی بنیاد گرے گی اور اس کا گرنا نہایت ہولناک ہوگا۔“

(کتاب البریۃ حاشیہ صفحہ ۲۶۲)

”نہیں ہر دم اس منکر میں ہوں کہ ہمارا اور نصاریٰ کا کسی طرح فیصلہ ہو جائے میرا دل مردہ پرستی کے فتنہ سے خوں ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیبے تنگی میں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا دل درد کا مقام ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا بنایا گیا ہے اور ایک مُشتے خاکے کو ربّ العالمین سمجھا گیا ہے۔ میں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر توانا مجھے تسلی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنے خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔ مریم کی معبودانہ زندگی پر موت آئے گی اور نیز اس کا بیٹا اب ضرور مرے گا۔ خدا قادر فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ اور تمام زمین کے باشندوں کو ہلاک کروں۔ سو اب اس نے چاہا ہے کہ ان دونوں کی جھوٹی معبودانہ زندگی کو موت کا مزہ چکھا دے۔ سو اب دونوں مریں گے کوئی ان کو بچا نہیں سکتا اور وہ تمام خراب استعدادیں بھی مریں گی جو جھوٹے خداؤں کو قبول کر لیتی تھیں۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ گند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور



تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی..... اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا..... اور خدا کا ایک ہی ہاتھ گُفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعدِ رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔“ (تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۸)

”اے مسلمانو! سنو! اور غور سے سنو! کہ اسلام کی پاک تاثیروں کے روکنے کے لئے جسدِ پیچیدہ افتراء اس عیسائی قوم میں استعمال کئے گئے اور پُر مکر حیلے کام میں لائے گئے اور ان کے پھیلانے میں جان توڑ کر اور مال کو پانی کی طرح بہا کر کوششیں کی گئیں یہاں تک کہ نہایت شرمناک ذریعے بھی جن کی تصریح سے اس مضمون کو منترہ رکھنا بہتر ہے اسی راہ میں ختم کئے گئے۔ یہ کر سچن قوموں اور تشکیث کے حامیوں کی جانب سے وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں کہ جب تک اُن کے اس سحر کے مقابل پر خدا تعالیٰ وہ پُر زور ہاتھ نہ دکھاوے جو معجزہ کی قدرت اپنے اندر رکھتا ہو اور اس معجزہ سے اس طلسم کو پاش پاش نہ کرے تب تک اس جادوئے فرنگ سے سادہ لوح دلوں کو مخلصی حاصل ہونا بالکل قیاس اور گمان سے باہر ہے سو خدا تعالیٰ نے اس جادو کے باطل کرنے کے لئے اس زمانہ کے سچے مسلمانوں کو یہ معجزہ دیا کہ اپنے اس بندہ کو اپنے الہام اور کلام اور اپنی برکاتِ خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات رُوحانی معارف و دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ سے وہ موم کا بُت توڑ دیا جائے جو سحرِ فرنگ نے تیار کیا ہے۔ سوائے مسلمانو! اس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اٹھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ کیا ضرور نہیں تھا کہ سحر کے مقابل پر

مُعجزہ بھی دُنیا میں آتا۔ کیا تمہاری نظروں میں یہ بات عجیب اور انہونی ہے کہ خدا تعالیٰ نہایت درجہ کے مکروں کے مقابلہ پر جو سحر کی حقیقت تک پہنچ گئے ہیں ایک ایسی حقانی چمکار دکھاوے جو مُعجزہ کا اثر رکھتی ہو۔“  
(فتح اسلام صفحہ ۶۵)

”چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دُنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی غم گزرا ہو۔ بلکہ اگر ہتم و غم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لا شریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دُنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے یہ اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے میں ہلاک نہ ہو جاؤں..... اور میرا اس درد سے یہ حال ہے کہ اگر دوسرے لوگ بہشت چاہتے ہیں تو میرا بہشت یہی ہے کہ میں اپنی زندگی میں اس شرک سے انسانوں کو رہائی پاتے اور خدا کا جلال ظاہر ہوتے دیکھ لوں اور میری رُوح ہر وقت دُعا کرتی ہے کہ اے خدا! اگر میں تیری طرف سے ہوں اور اگر تیرے فضل کا سایہ میرے ساتھ ہے تو مجھے یہ دِن دکھلا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے سر سے یہ تہمت اٹھا دی جائے کہ گویا نعوذ باللہ انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ایک زمانہ گزر گیا کہ میرے بیچ وقت کی یہی دُعائیں ہیں کہ خدا ان لوگوں کو آنکھ بکھینٹے اور وہ اس کی وحدانیت پر ایمان لاویں اور اسکے رسولؐ کو شناخت کر لیں اور تثلیث کے اعتقاد سے توبہ کریں۔“

(تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۷۱، ۷۲)



”اَنْظُرْ اِلَى الْمُتَنَصِّرِيْنَ وَذُرِّيَّتِهِمْ  
عیسائیوں کو دیکھو اور ان کے عیبوں کو  
مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ تَشْدُرًا  
وہ اپنی زیادتوں اور تعدیوں کی وجہ ہر ایک بلندی سے دوڑتے ہیں  
لَتَشْكُوْا اِلَى الرَّحْمٰنِ شَرَّ زَمٰنٍ هُمْ  
ہم اُن کے زمانہ کے شر سے خدا تعالیٰ کی طرف شکایت لے جاتے ہیں  
يٰۤاَرَبِّ خُذْهُمْ مِثْلَ مَا خَذَكُمُفْسِدًا  
اے خدا تو ان کو پکڑ جیسا کہ تو ایک مُفسد کو پکڑتا ہے  
يٰۤاَرَبَّ اَحْمَدٌ يٰۤاِلٰهَ مُحَمَّدٌ  
اے احمد کے رب! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الہ!  
سَبُّوْا نَبِيَّكَ بِالْعِنَادِ وَكَذَّبُوْا  
تیرے نبی کو انہوں نے عناد سے گالیاں دیں اور جھٹلایا  
يٰۤاَرَبِّ سَحِّقْهُمْ كَسَحِّقَكَ طٰغِيًّا  
اے میرے رب! ان کو ایسا پیسٹل جیسا کہ تو ایک طاغی کو پیسٹا ہے

وَاَنْظُرْ اِلَى مَا بَدَا مِنْ اَدْرَانِهِمْ  
اور ان کے میلوں کو دیکھ جو اُن سے ظاہر ہوئیں  
وَيَنْجِسُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ اَوْثَانِهِمْ  
اور اپنے بتوں سے زمین کو ناپاک کر رہے ہیں  
وَنَعُوْذُ بِالْقُدُّوْسِ مِنْ شَيْطَانِهِمْ  
اور اُن کے شیطان پاک پروردگار کی پناہ میں آتے ہیں  
قَدْ اَفْسَدَ الْاَفَاقَ طُوْلُ زَمٰنِهِمْ  
اُن کے طویل زمانہ نے دُنیا کو بگاڑ دیا  
اِعْصِمْ عِبَادَكَ مِنْ سُمْوْمِ دُخَانِهِمْ  
اپنے بندوں کو اُن کے دھوئیں کی زہروں سے بچالے  
خَيْرَ الْوَرٰى فَاَنْظُرْ اِلَى عُدُوِّهِمْ  
وہ نبی جو افضل المخلوقات ہے سو تو اُن کے ظلم کو دیکھ  
وَاَنْزِلْ بِسَاحَتِهِمْ لِهَدْمِ مَكَانِهِمْ  
اور ان کی عمارتوں کو سہاڑ کرنے کیلئے ان کے صحن خانہ میں ترا

يٰۤاَرَبِّ مَزِّقْهُمْ وَفَرِّقْ شَمْلَهُمْ

اے میرے رب! ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور انکی جمعیت کو پاش پاش کر دے

يٰۤاَرَبِّ قَوِّدْهُمْ اِلَى ذَوْبَانِهِمْ

اے میرے رب! ان کو ان کے گداز ہونے کی طرف کھینچ

(نور الحق حصہ اول)

(۴)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ حق کی حمایت میں عیسائی مذہب کے خلاف جو عظیم الشان قلمی جہاد کیا اس کی مثال کہیں اور نظر نہیں آتی۔  
آپ ایک ایسے فتح نصیب جرنیل تھے جس کے مقدر میں ہر محاذ پر غلبہ لکھا گیا اور کیا دوست اور کیا دشمن بے اختیار آفرین صد آفرین پکار اُٹھے۔

آپ کے اس عظیم الشان جہاد سے متعلق بعض اعترافات پیش خدمت ہیں :-

### حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف

فرماتے ہیں :-

حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عز و جل کی عبادت میں گزارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور دینِ اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر بستہ باندھی ہے کہ ملکہ زمان لندن کو بھی دینِ محمدی (اسلام) قبول کرنے کی دعوت دی ہے اور روس اور فرانس اور دیگر ملکوں کے بادشاہوں کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا ہے اور ان کی تمام تر سعی و کوشش اس بات میں ہے کہ وہ لوگ عقیدہ تثلیث و صلیب کو جو کہ سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کریں اور اس وقت کے علماء کا حال دیکھو کہ دوسرے تمام جھوٹے مذاہب کو چھوڑ کر ایسے نیک مرد کے درپے ہو گئے ہیں جو کہ اہل سنت و الجماعت میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے اور ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ان کا عربی کلام دیکھو جو انسانی طاقتوں سے بالا ہے اور ان کا تمام کلام معارف و حقائق اور ہدایت سے بھرا ہوا ہے وہ اہل سنت و الجماعت اور



دین کی ضروریات سے ہرگز مُنکر نہیں ہیں۔ (ترجمہ از فارسی اشاراتِ فریدی جلد ۲ صفحہ ۷۹، ۷۸)

## اخبار ”وکیل“ امرتسر

مسلمان اخبارات میں سب سے زوردار، مؤثر اور حقیقت افروز ریویو اخبار ”وکیل“ امرتسر کا تھا جو مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے نکلا۔ انہوں نے لکھا:-

”وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز خشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شورِ قیامت ہو کے خفتگانِ خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دُنیا سے اُٹھ گیا..... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اُسے امتدادِ زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دُنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دُنیا میں نہیں آتے یہ نازشِ فرزندِ تاریخ بہت کم منظرِ عالم پر آتے ہیں اور جب جاتے ہیں دُنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتمم بالشانِ تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا اُن کا اُٹھنا بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو سچیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے

اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالمِ اسباب و وساطت میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری سچی دنیا اسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزلِ مزاحمت سمجھ کے مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشتِ گرمی کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعیفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا..... کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرچھے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور سخت کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا..... غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنیوالی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لڑ پچر یا دگار چھوڑا جو اُس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

{ بحوالہ بدر ۱۸ جون ۱۹۰۸ء ص ۳۲ ایضاً اخبار "ملت" لاہور }  
 { ۷ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۳ تا ۱۵ بحوالہ اخبار الحکم جلد ۵ ص ۱ }

## "صادق الاخبار" ریواڑی

"صادق الاخبار" ریواڑی نے لکھا کہ :-



”مرزا صاحب نے اپنی پُر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کو ان کے پُراعتراضات کے دندانِ شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حقِ حمایتِ اسلام کا کماحقہ ادا کر کے خدمتِ دینِ اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اُولوالعزم حامیِ اسلام اور معینِ مسلمین فاضلِ اجلِ عالمِ بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے“  
(بحوالہ بدر ۲۰ اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم ۱۷)

## ”کرزن گزٹ“ دہلی

”کرزن گزٹ“ دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ ہر

”مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا.... اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ ہندوستان میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں..... اس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے....“ (بحوالہ ”سلسلہ احمدیہ“ ص ۱۸۹)

## چوہدری افضل حق صاحب کراہی

”آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جس بے جان تھا جس میں تبلیغی حس

مفقود ہو چکی تھی.... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا.... اپنی جماعت میں وہ اشاعتی ٹرپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔“

(”فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں“ طبع دوم صفحہ ۲۴)

### مولانا سید حبیب صاحب مدیر سیاست فرماتے ہیں:-

”اس وقت کہ آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے اُس وقت جو عالم دین بھی کہیں موجود تھے وہ ناموس شریعت حقہ کے تحفظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوا اُس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اُترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اُپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ یہیں مرزا صاحب کے ادعائے نبوت وغیرہ کی قلعی کھول چکا ہوں لیکن بقولیکہ

عیب ہائے جملہ بگفتی ہنرشش نیز بگو

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین

لاجواب ہیں۔“

(تحریر قادیان صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹)

اس حصہ مضمون کے آخر پر ہم یہ گزارش کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلام کے اس عظیم بطل جلیل کے متعلق جس کی زندگی سرتاپا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جہاد میں وقف تھی اور عیسائیت کے خلاف جس کی شرعہ آفاق مذہبی جنگوں نے عالم عیسائیت میں تہلکہ مچا رکھا تھا، وہی فتح نصیب جرنیل جس کے متبعین



آج تک اس عظیم جہاد میں مصروف ہیں اور آئے دن نئے محاذوں پر عیسائیت کو شکستِ فاش دے رہے ہیں۔ اسلام کے یہ دیوانے دُنیا کے کونے کونے میں عیسائیت سے برسرِ پیکار ہیں اور کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا افریقہ کا تاریک برّ اعظم، ہر میدانِ کارزار میں کلیسیا جن کے حملوں سے لرزاں ہے اور عیسائی دُنیا عرشتہ برّ اندام نظر آتی ہے جن کے لبوں کی جنبش سے صلیب ٹوٹتی ہے اور جن کے قدموں کی چاپ عیسائیت کے لئے پِیائی کا پیغام ہے۔ افسوس! صد افسوس! کہ اسلام کے اس لطلِ جلیل اور اس فتح نصیب جرنیل پر بھی بعض ظالم زبانیں طعن و تشنیع کے یہ چر کے لگاتی ہیں کہ وہ نعوذ باللہ عیسائی حکومتوں کا آلہ کار تھا۔

ہم اس بارہ میں صرف اتنا کہہ کر یہ معاملہ اپنے عظیم و خیر اور غیور خدا پر چھوڑتے ہیں کہ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ تیرا مقام حاسدوں کی طعن و تشنیع سے بہت بلند ہے۔ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منور چودھویں صدی کے چاند! حاسدوں کے تھوک تیری رفیع الشان کائنات کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔



بعض دیگر الزامات کجائزہ



## بعض دیگر الزامات

احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کو معقول اور صحیح ثابت کرنے کے لئے بعض دیگر الزامات بھی عائد کئے گئے ہیں جن میں سے دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

اول :- احمدی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ ان کا جنازہ ادا کرتے ہیں نہ ان سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرتے ہیں۔

دوم :- احمدی قرآن مجید میں لفظی اور معنوی تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔

امراؤل کے متعلق نہایت ادب سے عرض ہے کہ جماعت احمدیہ اس معاملہ میں ایک مظلوم جماعت ہے جس پر شروع ہی سے علماء حضرات نے فتاویٰ لگا رکھے ہیں چنانچہ ۱۸۹۲ء میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق فتویٰ دیا کہ

”نہ اس کو ابتداء سلام کریں..... اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں۔“

(اشاعت السنۃ جلد ۳ نمبر ۶ ص ۸۵)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے فتویٰ دیا کہ

”قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونوں باہم ضد ہیں یہ جمع نہیں ہو سکتیں۔“

(شرعی فیصلہ ص ۳)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتویٰ دیا کہ

”اس کو اور اس کے اتباع کو امام بنانا حرام ہے۔“

(شرعی فیصلہ ص ۳)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فتویٰ دیا کہ

”اس کے خلف نماز جائز نہیں۔“

(فتویٰ شریعت غراء ص ۹)

مولوی عبد السمیع صاحب بدایونی نے فتویٰ دیا کہ

”کسی مرزائی کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے پیچھے۔ مرزائیوں کو نماز پڑھنے یا دیگر مذہبی احکام ادا کرنے کیلئے اہلسنت والجماعت اور اہل اسلام اپنی مسجدوں میں ہرگز نہ آنے دیں۔“

(صاعقہ ربانی برفتنہ قادیانی مطبوعہ ۱۸۹۲ء ص ۹)

مولوی عبدالرحمن صاحب بہاری نے فتویٰ دیا کہ

”اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے..... ان کی امامت ایسی ہے جیسے کسی یہودی کی امامت۔“ (فتویٰ شریعت غراء ص ۴)

مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ

”اس کے اور اس کے مریدوں کے پیچھے اقتداء ہرگز درست نہیں۔“ (شرعی فیصلہ ص ۲۵)

مولوی عبدالجبار صاحب عمرپوری نے فتویٰ دیا کہ

”مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے..... ہرگز امامت کے لائق نہیں۔“ (شرعی فیصلہ ص ۲)

مولوی عزیز الرحمن صاحب مفتی دیوبند نے فتویٰ دیا کہ

”جس شخص کا عقیدہ قادیانی ہے اس کو امام الصلوٰۃ بنانا حرام ہے۔“ (شرعی فیصلہ ص ۳)

مشتاق احمد صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا کہ

”مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعت اسلام سے جدا ہے اور اس کو امام بنانا جائز ہے۔“ (شرعی فیصلہ ص ۲۴)

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے فتویٰ دیا کہ

اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتدوں کا حکم ہے۔“

(حسام الحرمین ص ۹۵)



مولوی محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہان پوری نے فتویٰ دیا کہ  
 ”ان کے کافر ہونے میں شک و شبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز  
 نہیں۔“ (فتویٰ شریعت غراء ص ۷)

### جنائے کے متعلق ان حضرات کے فتوے یہ ہیں

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا کہ  
 ”ایسے دجال کذاب سے احتراز اختیار کریں..... نہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔“  
 (اشاعت السنۃ جلد ۳ نمبر ۶)

مولوی عبدالصمد صاحب غزنوی نے فتویٰ دیا کہ  
 ”اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔“ (اشاعت السنۃ جلد ۳ نمبر ۶ ص ۱۰)

قاضی عبید اللہ بن صبیحہ اللہ صاحب مدراسی نے فتویٰ دیا کہ  
 ”جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر مرتد ہے..... اور مرتد بغیر توبہ کے مرگیا تو اس پر  
 نماز جنازہ نہیں پڑھنا۔“ (فتویٰ در تکفیر منکر عروج حبشی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام)

مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ  
 ”جس نے دیدہ دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس کو اعلانیہ توبہ کرنی چاہیئے اور  
 مناسب ہے کہ وہ اپنا تجدید نکاح کرے۔“ (فتویٰ شریعت غراء ص ۱۲)

پھر اس سے بھی بڑھ کر انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں بھی دفن نہ ہونے  
 دیا جائے۔ چنانچہ مولوی عبدالصمد صاحب غزنوی نے فتویٰ دیا کہ ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے  
 تاکہ :-

”اہل قبور اس سے ایذا نہ پائیں۔“ (اشاعت السنۃ جلد ۳ نمبر ۶ ص ۱۰)

قاضی عبید اللہ صاحب مدراسی نے فتویٰ دیا کہ ان کو

”مقابر اہل اسلام میں دفن نہیں کرنا بلکہ بغیر غسل و کفن کے گتے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا“

(فتویٰ ۱۸۹۳ء منقول از فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول عیسیٰ علیہ السلام)

اسی طرح انہوں نے یہ بھی فتوے دیئے کہ کسی مسلمان کے لئے احمدیوں کو لڑکیاں دینا جائز نہیں چنانچہ

شرعی فیصلہ میں لکھا گیا کہ

”جو شخص ثابت ہو کہ واقع ہی وہ قادیانی کا مرید ہے اس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز

ہے۔“ (شرعی فیصلہ ص ۳)

بلکہ اس سے بڑھ کر یہ فتویٰ دیا گیا کہ

”جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہوں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے

ان کی عورتوں سے نکاح کرے۔“

(فتویٰ مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز صاحبان لدھیانہ از اشاعت السنۃ جلد نمبر ۳ ص ۵)

گویا احمدیوں کی عورتوں سے جبراً نکاح کر لینا بھی علماء کے نزدیک عین اسلام تھا۔ اسی طرح یہ فتویٰ دیا کہ

”جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر مرتد ہے اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور

اس کی عورت حرام ہوتی ہے اور اپنی عورت کے ساتھ جو وطی کرے گا سو وہ زنا ہے اور ایسی

حالت میں جو اولاد ان کے پیدا ہوتے ہیں وہ ولد زنا ہوں گے۔“

(فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

تحریک احمدیت کے مخالف علماء نے صرف فتاویٰ ہی نہیں دیئے بلکہ ان پر سختی سے عمل کرانے کی ہمیشہ کوشش

کی جیسا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گو لڑوی کے مرید مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کی کتاب ”مخادعت مسلمہ قادیانی“

(مطبوعہ ۱۹۰۱ء) کی مندرجہ ذیل اشتعال انگیز تحریر سے ظاہر ہے کہ

”طائفہ مرزائیہ بہت ذلیل و خوار ہوئے جمعہ اور جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر



نمازیں پڑھتے تھے اُس میں بے عزتی کے ساتھ بدرکے گئے اور جہاں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روکے گئے..... نیز بہت قسم کی ذلتیں اٹھائیں معاملہ اور برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ اور مخطوبہ بوجہ مزائیت کے چھپنی لگیں۔ مردے اُن کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔“ (ص ۲)

اب معزز ارکانِ اسمبلی غور فرما سکتے ہیں کہ اگر سالہا سال تک تکالیف و مصائب کا نشانہ بننے کے بعد جماعتِ احمدیہ کے افراد کو ابتلاء اور فتنہ کے احتمال سے کوئی قدم اٹھانا پڑا تو یہ اُن کی قابلِ رحم اور دردناک حالت پر تو دلالت کرتا ہے ان کے ”غیر مسلم“ ہونے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ اس مسئلہ کے دوسرے پہلو بھی ہیں جن کی تفصیل مطبوعہ رسالہ میں درج ہے جو ذیل میں بحسنہ نقل کیا جاتا ہے:-

### احمدی مسلمان غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیوں نہیں پڑھتے

پاکستان میں آج کل اکثر علماء کا دلچسپ ترین مشغلہ یہ ہے کہ جیسے جیسے جماعتِ احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا جائے۔ اس ضمن میں بکثرت ایسا لٹریچر شائع کیا جا رہا ہے جو دلائل سے کہیں زیادہ اشتعال انگیز، بے بنیاد الزامات اور دشنام طرازی پر مشتمل ہے اور تمام تر انہیں باتوں کا اعادہ ہے جو ۵۲-۱۹۵۲ء میں سادہ لوح عوام میں شدید اشتعال انگیزی کی خاطر نشر کی گئیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برقی اس نوع کے لٹریچر کا ذکر اپنی کتاب ”حرفِ محرمانہ“ میں حسب ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:-

”آج تک احمدیت پر جس قدر لٹریچر علمائے اسلام نے پیش کیا ہے اس میں دلائل کم تھے اور گالیاں زیادہ۔ ایسے دشنام آؤد لٹریچر کو کون پڑھے اور مغالطات کون منے“

(حرفِ محرمانہ ص ۱۲)

۱۹۵۳ء میں جب ان مغالطات اور گالیوں نے عوام الناس کے مزاج کو بھڑک اٹھنے پر تیار کر دیا تو

اچانک جناب موڈودی صاحب نے اس صورتِ حال سے استفادہ کرنے اور اس آتش گیر مادہ کو اپنے مقصد کی خاطر استعمال کرنے کے لئے وہ تیلی دکھائی جسے ”قادیانی مسئلہ“ کا نام دیا گیا۔ اس رسالہ کی اشاعت کا مقصد بھی بعینہ وہی تھا جو قبل ازیں شائع ہونے والے لٹریچر کا تھا لیکن ظاہر یہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس میں ”دشنام طرازی“ اور ”مغلظات“ کم اور دلائل زیادہ ہیں۔ سادہ لوح اور کم علم عوام کے نقطہ نگاہ سے تو یہ بات شاید درست ہو جو دلائل کو جانچنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور جس طرح مجمع باز عطائی حکیموں کے ہاتھوں وہ رنگ ملا پانی اکیر سمجھ کر خرید لیا کرتے ہیں اسی طرح ”قادیانی مسئلہ“ کو مدلل رسالہ کے طور پر قبول کر لیا ہو تو ہم کہہ نہیں سکتے البتہ بعض مشہور غیر احمدی علماء کے نزدیک ان دلائل کی جو حیثیت تھی وہ جناب غلام احمد صاحب پرویز مدیر ”طلوع اسلام“ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے ظاہر ہے :-

”سب سے زیادہ اہمیت موڈودی صاحب کے رسالہ ”قادیانی مسئلہ“ کو دی جاتی ہے۔

ہمارے نزدیک اس رسالہ کے دلائل اس قدر پوچ ہیں کہ ان کا تجزیہ کیا جائے تو وہ خود

احمدیوں کے حق میں چلے جاتے ہیں۔“ (مزاج شناس رسول صفحہ ۴۴۳)

آج ہم ان اعتراضات میں سے جو اس رسالہ میں اٹھائے گئے ہیں اور آجکل پھر بکثرت ان کا اعادہ کیا جا رہا ہے ایک اہم مرکزی اعتراض کو لیتے ہیں کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اور چونکہ وہ ایسا نہیں کرتے لہذا ثابت ہوا کہ وہ الگ امت ہیں اور اس لائق ہیں کہ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے جائیں۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو ہم نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں اسی جواب میں دراصل ”قادیانی مسئلہ“ کے اکثر و بیشتر اعتراضات کا جواب آجاتا ہے بلکہ اگر کوئی منصف مزاج قاری اسلامی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ اگر ”قادیانی مسئلہ“ اور اس قماش کے دوسرے لٹریچر کے دلائل کو تسلیم کر لیا جائے تو قادیانی تو الگ رہے ہر دوسرے فرقہ کو از روئے انصاف غیر مسلم اقلیت قرار دینا بدرجہ اولیٰ فرض ہو جائے گا لیکن یہ محض ایک ضمنی سوال تھا اصل سوال جو اس وقت ہمارے



پیش نظر ہے وہ یہی ہے کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟  
تو سنیے! کہ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بسییوں اہم وجوہات میں سے ایک وجہ مقتدر اور شاہیر،  
پھوٹی کے مانے ہوئے غیر احمدی علماء کے وہ فتاویٰ ہیں جن میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے  
سے بڑی شدت کے ساتھ روکا گیا ہے۔

(۱) آپ ہی انصاف کیجئے کہ کیا ہم اُن دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق احمدیوں کا نہیں  
بلکہ غیر احمدی اکابر علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ:-

”وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین و آخرین  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور خاص ذاتِ باری تعالیٰ شانہ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے  
قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد کفر میں سخت سخت سخت شد درجہ تک پہنچ چکا ہے  
ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا  
مرتد اور کافر ہے۔ اور جو اس شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ بھی مرتد و کافر ہے۔  
مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی مُعترز، مُجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر  
ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں۔ نہ ان کا  
ذبیحہ کھائیں اور نہ ان کی شادی غمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں ان کو آنے دیں۔ یہ بیمار ہوں  
تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے تو اپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ  
نہ دیں۔ غرض ان سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں.....“

پس وہابیہ دیوبندیہ سخت سخت شد مرتد و کافر ہیں ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے خود کافر  
ہو جائے گا۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے گی اور جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی  
اور از روئے شریعت ترک نہ پائے گی۔ (اِنَّ اللہَ وَاَنَا لَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ناقل)

اس اشتہار میں بہت سے علماء کے نام لکھے ہیں مثلاً سید جماعت علی شاہ، حامد رضا خاں قادری نوری رضوی

بریلوی، محمد کرم دین بھیس، محمد جمیل احمد بدایونی، عمر النعمی مفتی شرع اور ابو محمد دیدار علی مفتی اکبر آباد وغیرہ.....

”یہ فتوے دینے والے صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں ہیں بلکہ جب وہابیہ دیوبندیہ کی عباتیں ترجمہ کر کے بھیجی گئیں تو افغانستان و خیو و بخارا و ایران و مصر و روم و شام اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہ تمام دیار عرب و کوفہ و بغداد شریف غرض تمام جہاں کے علماء اہل سنت نے بالاتفاق یہی فتویٰ دیا ہے۔“

(خاکسار محمد ابراہیم بھاگلپوری باہتمام شیخ شوکت حسین منیر کے حسن برقی پریس اشتیاق منزل ۶۳، ہیوٹ روڈ لکھنؤ میں چھپا۔ سن اشاعت درج نہیں قیام پاکستان سے قبل کا فتویٰ ہے)

فتویٰ مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکہ :-

”هُمُ الْكُفْرَةُ الْفَجْرَةُ قَتْلُهُمْ وَاجِبٌ عَلَى مَنْ لَهُ حَدٌّ وَنَصْلٌ وَافِرٌ. بَلْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ قَتْلِ الْفَافِ كَافِرِهِمْ الْمَلْعُونُونَ فِي سَبَلِكِ الْخَبَاءِ مَنْ خَرِطُونَ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَى أَعْوَانِهِمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَى مَنْ خَذَلَ لَهُمْ فِي أَطْوَارِهِمْ“

ترجمہ :- وہ بدکار کافر ہیں۔ سلطان اسلام پر کہ سزا دینے کا اختیار اور سنان و پیکان رکھتا ہے ان کا قتل واجب ہے بلکہ وہ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے کہ وہی ملعون ہیں اور نجیثوں کی لڑی میں بندھے ہوئے ہیں تو ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جو انہیں ان کی بد اطواریوں پر فخر و دل کرے اس پر اللہ کی رحمت اور برکت اسے سمجھ لو۔ (فاضل کامل نیکو خصال صاحب فیض یزدانی مولوی عبدالکریم ناجی داغستانی حرم شریف مکہ حسام الحرمین علی المنحر الکفر والمین صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹، مصنفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مطبوعہ اہل سنت و الجماعت بریلی ۲۶-۱۳۲۳ھ / ۸-۱۹۰۶ء

(۲) پھر کیا ہم ان اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق بریلوی ائمہ ہمیں غیر مبہم الفاظ



میں خبردار کرتے ہیں کہ :-

”وہابیہ وغیرہ مقلدینِ زمانہ باتفاق علمائے حریم شریفین کا فرمِ مرتد ہیں۔ ایسے کہ جو ان کے اقوال ملعونہ پر اطلاع پا کر انہیں کافر نہ جانے یا شکے ہیے کرے خود کافر ہے ان کے پیچھے نماز ہوتی ہے ہی نہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام۔ ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں۔ ان کا نکاح کسی مسلمان کا فرما مرتد سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ساتھ میل جول، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب حرام۔ ان کے مفصل احکام کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف میں موجود ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

مُہر                      مُہر                      مُہر  
دارالافتاء مدرسہ اہل سنت الجماعت      آلِ رسول احمد رضا خاں      شفیع احمد خاں رضوی شتی حنفی قادری  
بریلی                      بریلی

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ ص ۴۰۹ مرتبہ الحاج مولانا محمد داؤد راز خطیب جامعہ اہلحدیث  
شائع کردہ مکتبہ اشاعتِ دینیات موہن پورہ بمبئی)

نیز ملاحظہ فرمائیے :-

”تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوؤا..... اور حکامِ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کریں اور عذر داری اس کی بایں وجہ کہ ”مجھ کو اس کا علم نہیں تھا“ شرعاً قابلِ پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اس کو مارنا لازم ہے۔ یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہو جاتا ہے لیکن ایسے شخص کے واسطے شرعاً ہی سزا ہے کہ اس کو حکامِ اہل اسلام قتل کر ڈالیں یعنی جس طرح حد زنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہ حد بھی تائب ہونے سے دور نہیں ہوتی۔ علماء اور مفتیانِ وقت پر لازم ہے کہ بجز مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے گفراور ارتداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔“ (انتظام المساجد باخراج

اہل الفتن والمکائد والمفاسد“ ص ۵ تا ص ۷ مطبوعہ جعفری پریس لاہور مصنفہ مولوی محمد ابن مولوی  
عبدالقادر لودھیانوی)

(۳) پھر کیا ہم ان بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھ کر کافر بن جائیں جن کے متعلق دیوبندی علماء ہمیں یہ  
شرعی حکم سناتے ہیں کہ :-

”جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی  
دوسرے کا علم جانے وہ بیشک کافر ہے۔ اس کے امامت اور اس سے میل جول مجتہد  
ومودعہ سبے حرام ہیں۔“

مہر (فتاویٰ رشیدیہ کامل مہتب از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ص ۶۲۔ ناشر محمد سعید  
اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۸۴-۸۸۳ء)

یا جن کے بارہ میں مشہور دیوبندی عالم جناب مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی سابق صدر مدرس دارالعلوم  
دیوبند ہمیں یہ خبر دے رہے ہیں کہ :-

”یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے  
عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان و ازالہ تصدیق و ایقان ہوں گی کہ ملائکہ  
حضور علیہ السلام سے کہیں گے إِنَّكَ لَا تَذَرِي مَا أَحَدَثُوا بِعَدَاكَ۔ اور رسول مقبول علیہ السلام  
و جالے بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقا سحقا فرما کر حوضے مورود و شفاعتِ محمدیہ سے  
گٹھوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے اور اُمتِ مرحومہ کے اجر و ثواب و منازل و نعیم سے  
محروم کئے جائیں گے۔“

(رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین المشہور بہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ص ۱۱)

مؤلفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی ناشر کتب خانہ اعجازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

(۴) پھر کیا ہم ان پرویزویوں اور چکڑالویوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق متفقہ طور پر



بریلوی اور دیوبندی اور مودودی علماء یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ :-

”چکڑا لوتیت حضور سرور کائنات علیہ التسلیمات کے منصب و مقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی منکر اور آپ کی احادیث مبارکہ کی جانی دشمنی ہے۔ رسول کریم کے ان کھلے ہوئے باغیوں نے رسول کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے۔ جانتے ہو! باغی کی سزا کیا ہے؟ صرف گولی۔“

(ہفتہ وار ”رضوان“ لاہور) چکڑا لوتیت نمبر ۱، اہل سنت والجماعت کا مذہبی ترجمان ۲۱-۲۸ فروری ۱۹۵۲ء

پرنسپل محمد احمد رضوی کو آپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور دفتر رضوان اندرون دہلی دروازہ لاہور)

پھر ولی حسن صاحب ٹونکی اُن پر صادر ہونے والے شرعی احکامات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :-

”غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رو سے کافر ہے اور دائرۃ اسلام سے خارج۔ نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائدِ کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔“

(ولی حسن ٹونکی غفر اللہ مفتی و مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی)

محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹاؤن کراچی)

پرویزیوں کے متعلق جماعتِ اسلامی کے آرگن ’تسنیم‘ کا فتویٰ یہ ہے کہ :-

”اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے۔“

(مضمون مولانا امین حسن اصلاحی۔ روزنامہ ’تسنیم‘ لاہور ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء ص ۱۶)

(۵) پھر کیا ہم ان شیعوں کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق علماء عامۃ المسلمین ان لرزہ خیز الفاظ میں

تنبیہ کرتے ہیں :-

”بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکیم لقیانی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الہی ہے۔ اگر مروستی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہوگا محض زنا ہوگا۔ اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سستی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سستی تو سستی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت، عالم، جاہل، کسی سے میل جول، سلام کلام سخت کبیرہ اشد حرام جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شکے کرے باجماع تمام ائمہ دیخے خود کافر بے دیخے ہے اور اس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے مسلمان پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے سستی بنیں۔“

(فتویٰ مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بجوالہ رسالہ رد الرافضہ ص ۲۳ شائع کردہ نوری کتب خانہ

بازار اٹا صاحب لاہور پاکستان مطبوعہ گلزار عالم پریس بیرون بھائی گیٹ لاہور ۱۳۲۰ھ)

”آج کل کے رافضی تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑ الوی، جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو

یا حیوان محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔“ (الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۹۷، ۹۸ مرتبہ مفتی اعظم ہند)



(۶) پھر کیا جماعتِ اسلامی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہم اپنا اسلام بچا سکیں گے کہ جن کے متعلق کیا بریلوی اور کیا دیوبندی علماء قطعی فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ :-

”مودودی صاحب کی تصنیفات کے اقتباسات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کے خیالات اسلام کے مقتدایان اور انبیائے کرام کی شان میں گستاخیاں کرنے سے مملو ہیں۔ ان کے ضال مُضِل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ میری جمیع مسلمانان سے استدعا ہے کہ ان کے عقائد و خیالات سے محتنب رہیں اور ان کو اسلام کا خادم نہ سمجھیں اور مغالطے میں نہ رہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے جو اس دجال اصلی کا راستہ صاف کریں گے۔ میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مودودی ہیں“ فقط والسلام

(محمد صادق عفی عنہ، مہتمم مدرسہ منظر العلوم محلہ کھڈہ کراچی ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء)  
حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب<sup>۹</sup> مرتبہ مولوی احمد علی انجمن خدام الدین لاہور)  
پھر ان کے پیچھے نماز کی حرمت کا واضح اعلان کرتے ہوئے جمعیت العلماء اسلام کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود فرماتے ہیں :-

”میں آج یہاں پریس کلب حیدرآباد میں فتویٰ دیتا ہوں کہ مودودیؒ گمراہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس کے اور اس کے جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے اس کے جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر اور ضلالت ہے۔ وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔ اب وہ موت کے آخری کنارے پر پہنچ چکا ہے اور اب اسے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس کا جنازہ نکل کر رہے گا۔“

(ہفت روزہ زندگی، ۱۰ نومبر ۱۹۶۹ء، منجانب جمعیتہ کارڈ۔ لائل پور)

(۷) کیا ہم احرارِ علماء کے پیچھے نماز پڑھیں جن کے متعلق واقف اسرار جناب مولوی ظفر علی خاں صاحب

یہ اعلانِ عام فرما رہے ہیں کہ درحقیقت یہ لوگ اسلام سے بیزار ہی نہیں بلکہ یقیناً اسلام کے غدار ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ کے قانون کی پہچان سے بے زار

اسلام اور ایمان اور احسان سے بے زار

ناموسِ پیغمبر کے نگہبان سے بے زار

کافر سے موالاتِ مسلمان سے بے زار

اس پر ہے یہ دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار

احرار کہاں کے یہ ہیں اسلام کے غدار

پنجاب کے احرار اسلام کے غدار

بیگانہ یہ بدبخت ہیں تہذیبِ عرب سے

ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے

مل جائے حکومت کی وزارت کسی ڈھب سے

سرکارِ مدینہ سے نہیں ان کو سروکار

پنجاب کے احرار اسلام کے غدار

(زمیندار ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۶)

پھر مولانا مودودی صاحب مولوی ظفر علی خان صاحب کی ایک گونا گونا تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں ایک یہ کہ احرار کے سامنے

اصل سوال تحفظِ ختمِ نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سرے کا ہے۔ اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان

ومال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤں پر لگا دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رات کو

بالاتفاق ایک قرار داد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کیا ہے اور

ایک دوسرا ریزولوشن بطور خود لکھ لائے ہیں.....



میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور ان طریقوں سے کیا جائے اس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے۔“

(روزنامہ تسنیم لاہور ۲ جولائی ۱۹۵۵ء ص ۳ کالم ۵۴)

یہ محض نمونہ کے طور پر بڑے اختصار کے ساتھ بہت سے طویل فتاویٰ میں سے چند اقتباسات پیش ہیں۔ یہ فتاویٰ آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ پر رحم فرمائے یقیناً آپ دل تھام کر اور سر ہلک کر بیٹھ گئے ہوں گے لیکن ہمیں اس وقت صرف اتنا پوچھنے کی اجازت دیجئے کہ کیا ان دل دہلا دینے والے فتاویٰ کی موجودگی میں احمدیوں پر کوئی دُور کی بھی گنجائش اس اعتراض کی باقی رہ جاتی ہے کہ وہ مذکورہ بالا فرقوں کے ائمہ کے پیچھے نمازیوں نہیں پڑھتے؟

اللہ کچھ انصاف سے کام لیجئے۔ کچھ تو خوفِ خدا کریں۔ آقائے دو جہاں عدلِ محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی کی شرم رکھ لیجئے اور بتائیے کہ مذکورہ بالا اکثر فرقوں کے علماء جماعتِ احمدیہ سے جو یہ سراسر ظلم اور نا انصافی کی ہولی کھیل رہے ہیں یہ کہاں تک ایک مسلمان کو زیبا ہے، ایک غلامِ رحمت للعالمین کے شایانِ شان ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھو تو کافر نہ پڑھو تو کافر۔ کوئی جائے تو آخر کہاں جائے؟ مسلمان رہنے کا کیا صرف یہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے کہ اکثریت کی طرح نماز کو بھٹی ترک ہی کر دیا جائے۔ آج کل کے علماء کا فیصلہ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمانی باقی رکھنی ہے تو نماز چھوڑ دو ورنہ جس کے پیچھے نماز پڑھو گے پتے کافر اور جہنمی قرار دیئے جاؤ گے۔ ایک بچنے کی راہ یہ رہ گئی تھی کہ کسی کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھی جائے۔ تو احمدیوں پر یہ راہ بھی بند کر دی گئی اور یہ فتویٰ بھی دے دیا گیا کہ جو کسی دوسرے فرقہ کے پیچھے نماز نہ پڑھے وہ بھی کافر اور غیر مسلم اقلیت پڑھے تب کافر نہ پڑھے تب کافر۔ آخر کوئی جائے تو کہاں جائے؟ یا بقول آتش

کوئی مرنہ جائے تو کیا کرے؟

علماء نے اس نوع کے انصاف پر طنز کرتے ہوئے ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک بھیڑ کا بچہ کسی ندی پر پانی

پی رہا تھا کہ ایک بھیڑیا اوپر کی سمت سے آیا اور ڈپٹ کر پوچھا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ میں بھی پانی پی رہا تھا پھر تم نے اسے گدلا کرنے کی جرأت کیسے کی؟ بچے نے عرض کیا حضور میں تو نچلے حصے سے پانی پی رہا تھا آپ کا پانی کیسے گدلا ہو سکتا ہے جو اوپر کی طرف سے پی رہے تھے؟ بھیڑیے نے غضبناک ہو کر کہا اچھا تو آگے سے بکواس کرتے ہو؟ مجھے جھوٹا کہتے ہو لعنتی! بس بس تمہاری سزا یہی ہے کہ تمہیں پھاڑ کھایا جائے۔

کچھ ان علماء کو خدا کا خوف دلائیے۔ بھیڑیے اور بھیڑ کے بچے کا یہ قصہ آپ پڑھتے ہیں تو کبھی اس فرضی بھیڑ کے بچے پر ترس کھانے لگتے ہیں اور کبھی بھیڑیے پر غصہ آتا ہے لیکن آج آپ کی آنکھوں کے سامنے بھیڑ کے بچوں سے نہیں آبنائے آدم سے یہ سلوک کیا جا رہا ہے کسی فرضی قصہ میں نہیں روزمرہ کی جیتی جاگتی دنیا میں ایک دردناک حقیقت کے طور پر یہ ظلم دہرایا جا رہا ہے اور احتجاج کا ایک حرف بھی آپ کی زبان تک نہیں آتا۔ اللہ اتنا تو کیجئے کہ ان علماء سے کہئے کہ اگر یہی ظلم کی راہ اختیار کرنی ہے اور اسی جنگل کے قانون کو اپنانا ہے اور ظاہری طاقت کے گھمنڈ نے خدا تعالیٰ کے قانونِ عدل کو ہر قیمت پر گچھنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو کم از کم اتنا پاس تو کریں کہ اسلام کے مقدس نام کو اس میں ملوث کرنے سے باز رہیں۔ اتنا کرم تو فرمائیں کہ ناموسِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی واقعی کو اس قضیہ میں آلودہ نہ کریں۔ طاقت اور کثرت کے گھمنڈ کو ان کمزور اور بودے دلائل کے سہاروں کی کیا ضرورت ہے؟ ع

جب میکدہ چھٹا ہے تو پھر کیا جگہ کی قید؟

جبے اسلامی اقدارِ عدل و انصاف کا خوض کر کے بھی مقصد اپنے عزائم کو پورا کرنا ہے تو چھوڑیئے ان ”دلائل“ اور ایضے تینکوں کے سہاروں کو۔ دندنا تے ہوئے میدانِ کربلا میں گودیئے اور کر گزریئے جو کر گزرا ہے۔ اور پھر اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ لیجئے کہ اسلام کا خدا اور اسلام کا رسول کسے کے ساتھ ہیں؟ اور مصائب اور شائد کا میدان کسے کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا مخلص اور جاے نثار عاشقے اور فدائے غلام ثابت کرتا ہے؟؟



انشاء اللہ آپے دیکھ لیں گے اور وقتے ثابتے کر دے گا کہ ہر احمدی اپنے  
اس دعویٰ میں سچا ہے کہ

در کوئے تو اگر سرِ عشاقِ رازند

اولے کے کہ لافِ عشقِ زندم

ہاں اے میرے پیارے رسولؐ! اگر تیرے کوچہ میں عشاق کا سر قلم کرنے کا ہی  
دستور جاری ہے ہو تو وہ پہلا شخص جو نعرہ عشق بلند کرے گا وہ میرے ہوں گا! میں

ہوں گا!!“ (مبارک مسودہ رام گلی نمبر ۳ برائے رتھ روڈ لاہور)

(۲) ایک اور نہایت ظالمانہ اور مفتریانہ الزام یہ عائد کیا گیا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے  
ماننے والوں نے (معاذ اللہ) قرآن مجید میں لفظی اور معنوی تحریف کی ہے حالانکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ  
اور آپ کی جماعت ہی وہ واحد جماعت ہے جس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت یا اس کا کوئی لفظ  
منسوخ نہیں ہو سکتا اور نہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے اور قرآن شریف ہمیشہ کے لئے محفوظ کتاب ہے۔  
افسوس ہے کہ فی زمانہ بعض علماء نے محض اشتعال انگیزی کی خاطر جماعت احمدیہ پر تحریف کا الزام  
لگایا اور سلسلہ احمدیہ کی بعض کتب سے سہو کتابت کے نتیجے میں غلط طبع ہونے والی بعض آیات پیش کر کے  
یہ ثابت کرنے کی ناپسندیدہ کوشش کی کہ (نعوذ باللہ) جماعت احمدیہ قرآن کریم میں تحریف کی مرتکب ہوئی ہے  
لیکن وہ یہ بات بھول گئے کہ جس قسم کے سہو کتابت کو پیش کر کے تحریف کا الزام لگایا جاتا ہے وہ قریباً ہر مصنف  
کی کتابوں میں موجود ہے۔

سلسلہ احمدیہ کے آرگن ”الفضل“ کی مختلف اشاعتوں میں مندرجہ ذیل علماء کی شائع کردہ کتابوں سے  
ایسے نمونے پیش کئے جا چکے ہیں جن میں قرآن کریم کی آیات سہو کتابت سے غلط طور پر شائع ہو گئی ہیں:-

۱۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ (خطبات امیر شریعت مطبوعہ مکتبہ ”تبصرہ“ لاہور)

- ۲۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی۔ (الملفوظ حصہ اول)
- ۳۔ مفتی اعظم دیوبند مولوی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد پنجم)
- ۴۔ امام الہند مولانا ابوالکلام صاحب آزاد۔ (مضامین "البلاغ" ناشر آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور)
- ۵۔ علامہ مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور)
- ۶۔ اخوان تحریک کے قائد حسن البنا۔ (ہفت روزہ المنیر لاپور جنوری ۱۹۵۵ء)
- ۷۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ (بہشتی زیور پہلا حصہ۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور)
- ۸۔ صدر المدین محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی ہستی، برکاتی اجمیر شریف۔ (بہار شریعت جلد ششم)
- ۹۔ اخوان لیڈر حسن امینی۔ (ہفت روزہ المنیر لائل پور۔ جنوری ۱۹۵۵ء)
- ۱۰۔ مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنیر ( " " " " " )
- ۱۱۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ (الربعین فی اصول الدین کا اردو ترجمہ۔ ناشرین ملک فضل الدین وغیرہ لاہور)
- ۱۲۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب۔ (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام۔ شائع کردہ ذمۃ المصنفین دہلی)
- ۱۳۔ مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۴ اپریل ۱۹۵۸ء)
- ۱۴۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ (فتاویٰ ثنائیہ جلد اول موہن پورہ بمبئی نمبر ۱۱ مکتبہ اشاعت دینیات)
- ۱۵۔ مولوی محمد بخش صاحب مسلم لاہور۔ (کتاب الاخلاق)
- ۱۶۔ مولوی عبدالرؤف صاحب رحمانی۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء)
- ۱۷۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب امیرالحدیث۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۶۳ء)
- ۱۸۔ علامہ سید مناظر احسن صاحب گیلانی۔ (طبقات مترجم علامہ مناظر احسن گیلانی اللجنة العلمیہ حیدرآباد)
- ۱۹۔ مولانا کوثر صاحب نیازی "وفاقی وزیر اوقاف و حج" ("اسلام ہمارا دین ہے" فیروز سنز لاہور)
- ۲۰۔ مولا واحدی صاحب دہلوی۔ (حیات سرور کائنات جلد دوم)
- ۲۱۔ مفتی محمود صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت اسلام۔ (اذانِ سحر مولانا مفتی محمود کے انٹرویو اور تقریر کا مجموعہ۔ ناشر عزیز پبلیکیشنز لاہور)



- ۲۲۔ مولانا محمود احمد صاحب (مدیر رضوان) (ہفتہ وار "رضوان" لاہور ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء)
- ۲۳۔ مفتی محمد نعیم الدین صاحب۔ (مجموعہ افاضات صدر الافاضل۔ ناشر ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور)
- ۲۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ صفا موڈودی۔ (الجہاد فی الاسلام طبع دوم ۱۹۴۸ء۔ شائع کردہ اچھرہ لاہور)
- ۲۵۔ مولانا شمس الحق صاحب افغانی بہاولپور۔ (ہفت روزہ "لولاک" لاہور، جون ۱۹۶۸ء)
- ۲۶۔ جناب غلام جیلانی صاحب برقی۔ (حرفِ مخرمانہ۔ احمدیت پر ایک نظر)
- اگر سہو کتابت کو تحریف کہنا درست ہے تو کیا ان سب علماء حضرات کو قرآن مجید میں تحریف کرنے والے قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں ہم ایک پمفلٹ بھی شامل کرتے ہیں جس کا عنوان ہے :-
- "حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور تحریف قرآن کے بہتان کی تردید" (ضمیمہ نمبر ۱۲)
- معنوی تحریف کا الزام بھی سراسر بے بنیاد ہے۔ علماء نے قرآن مجید کے مختلف تراجم کئے ہیں اور تفسیریں لکھی ہیں اگر اس اختلاف کو تحریف قرار دیا جائے تو پھر سب مفسرین اور علماء کو تحریف کا مرتکب قرار دینا پڑے گا۔
- یاد رکھنا چاہیے کہ قرآنی معارف اور حقائق پاک اور مطہر لوگوں پر کھلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
- "لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ"
- اگر ان روحانی حقائق و معارف کو تحریف کا نام دیا جائے تو تمام اولیائے امت کو تحریف کرنیوالے قرار دیا جائے گا۔ "العیاذ باللہ"



مُعَزَّز اركانِ اسمبلی کی خدمت میں

ایک اہم گزارش



## مُعزز ارکان اسمبلی کی خدمت میں ایک اہم گزارش

جماعت احمدیہ پر عائد کردہ الزامات کا مختصر جائزہ لینے کے بعد معزز ارکان اسمبلی کی خدمت میں نہایت دردمند دل کے ساتھ ہم یہ انتباہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مذہب کے نام پر پاکستان کے مسلمانوں کو باہم لڑانے اور صفحہ ہستی سے مٹانے کے ایک دیرینہ سازش چل رہی ہے جس کا انکشاف بزمِ ثقافتِ اسلامیہ کے صدر خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے درج ذیل الفاظ میں مدتوں قبل کر رکھا ہے۔ لکھتے ہیں:-

”پاکستان کی ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے مجھ سے حال ہی میں بیان کیا کہ ایک ملائے اعظم اور عالم مقتدر سے جو کچھ عرصہ ہو ابہت تذبذب اور سوچ بچار کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آگئے ہیں، میں نے ایک اسلامی فرقے کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فتویٰ دیا کہ ان میں جو غالی ہیں وہ واجبِ قتل ہیں اور جو غالی نہیں وہ واجبِ التقریر ہیں۔ ایک اور فرقے کی نسبت پوچھا جس میں کروڑ پتی تاجر بہت ہیں۔ فرمایا کہ وہ سب واجبِ قتل ہیں۔ یہی عالم ان تین بتیس علماء میں پیش پیش اور کرتا دھرتا تھے جنہوں نے اپنے اسلامی مجوزہ دستور میں یہ لازمی قرار دیا کہ ہر اسلامی فرقے کو تسلیم کر لیا جائے سوائے ایک کے جس کو اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ ہیں تو وہ بھی واجبِ قتل مگر اس وقت علی الاعلان کہنے کی بات نہیں موقع آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ انہیں میں سے ایک دوسرے سربراہ عالم دین نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے جہاد فی سبیل اللہ ایک فرقے کے خلاف شروع کیا ہے اسے میں کامیابی کے بعد انشاء اللہ دوسروں کے خبر لے جائے گا۔“

(اقبال اور ملا“ از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ایم۔ اے، پی۔ ایچ ڈی ص ۱۹)

بچے از مطبوعات بزمِ اقبال لاہور)

”ختم نبوت“ کے مقدس نام پر اس ارض پاک میں جو تحریک چلائی جا رہی ہے اُس کا پس منظر مندرجہ بالا تحریر سے خوب واضح ہو جاتا ہے چنانچہ جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ۱۹۵۳ء کے واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک خصوصی بیان میں یہ حیرت انگیز اعتراف کیا :-

”اس کارروائی سے دو باتیں میرے سامنے بالکل عیاں ہو گئیں۔ ایک یہ کہ احرار کے سامنے اصل سوال تحفظِ ختم نبوت کا نہیں ہے بلکہ نام اور سہرے کا ہے اور یہ لوگ مسلمانوں کے جان و مال کو اپنی اغراض کے لئے جوئے کے داؤ پر لگا دینا چاہتے ہیں، دوسرے یہ کہ رات کو بالاتفاق ایک قرارداد طے کرنے کے بعد چند آدمیوں نے الگ بیٹھ کر ساز باز کی ہے اور ایک دوسرا ریزولیشن بطور خود لکھ لائے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ جو کام اس نیت اور طریقوں سے کیا جائے اُس میں کبھی خیر نہیں ہو سکتی اور اپنی اغراض کے لئے خدا اور رسول کے نام سے کھیلنے والے جو مسلمانوں کے سروں کو شطرنج کے مہروں کی طرح استعمال کریں اللہ کی تائید سے کبھی سرفراز نہیں ہو سکتے.... الخ“ (روزنامہ ”تسلیم“ لاہور ۲ جولائی ۱۹۵۵ء)

اس پس منظر میں اگر پاکستان کے گزشتہ دور اور موجودہ پیدا شدہ صورتِ حال پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ اگرچہ موجودہ مرحلہ پر صرف جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر زور ڈالا جا رہا ہے مگر دشمنانِ پاکستان کی دیرینہ سکیم کے تحت اُمتِ مسلمہ کے دوسرے فرقوں کے خلاف بھی فتنوں کا ایک وسیع راستہ یقیناً کھل چکا ہے اور ۱۹۵۳ء کے بعد سے ہی احمدیوں کے علاوہ بعض دوسرے فرقوں کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آوازیں بلند ہونی شروع ہو چکی ہیں۔ چنانچہ شروع مارچ ۱۹۵۳ء میں کراچی کے ورودیوار پر ایک اشتہار بعنوان ”مطالبات“ چسپاں تھا جو بحسنہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-



## مُطالبات

### فرقہ دیوبندیہ کو علیحدہ اقلیتی فرقہ تسلیم کیا جائے

پہنچنے والے علماء کی مجلس شوریٰ کے وضع شدہ اسلامی حکومت کے بنیادی اصول نظر سے گزرے جس کی دفعہ ۹ میں اسلامی فرقوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی تفصیل ندارد۔ بظاہر اس نظر اندازی کی وجہ دورِ برطانیہ کے پیدائشی اقلیتی فرقہ کی تخلیقی و سیاسی اغراض کی تکمیل اور اس کو پاکستان کے اکثریتی فرقہ میں مدغم دکھا کر اس کے ہاتھوں اکثریت کے عقائد پائمال کرنا معلوم ہوتی ہے اس لئے ہم گھلے الفاظ میں حکومتِ پاکستان پر یہ واضح کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ خدامِ اولیاء اللہ یعنی اہل سنت والجماعت فرقہ پاکستان کی اکثریت ہے۔ جو مذہب اور مسلک آج اس کا ہے وہی عہدِ شہاب الدین غوری سے تاشاہ عالم بادشاہِ دہلی مملکتِ اسلامیہ "غیر منقسم" ہند کا مذہب و مسلک رہا ہے۔

پاکستان کے اس مسلم اکثریت کے عقائد ہیں:-

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور آداب — تعین کے ساتھ ایصالِ ثواب معینہ تاریخوں پر نذر و نیاز بزرگانِ اسلام کے مقررہ تاریخوں میں اعراس، محافلِ میلاد اور اس میں قیام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام وغیرہ وغیرہ داخل ہیں۔

لیکن دورِ برطانیہ کا پیدائشی اقلیتی فرقہ اکثریت کے مذکورہ بالا معتقدات کو شرک اور بدعت قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے اور ابتداءً جو پابندیاں ابنِ سعود کی جانب سے معتقداتِ قدیمہ کی بجائے آوری پر عائد تھیں ویسی پابندیاں اکثریت کے عقائدِ بالا کی بجائے آوری پر یہ اقلیتی فرقہ بھارت اور پاکستان میں عائد کرنا جائز سمجھتا ہے۔ اس اقلیتی فرقہ کی تخلیق ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدِ حکومت میں ہوئی اور اس کے بانی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی ہیں جنہوں نے انگریزوں پر جہاد ناجائز قرار دیا مگر انگریزوں کے ایماء سے سکھوں پر

جہاد فرمایا اور امکانِ کذب اور امکانِ نظیرِ نعوذ باللہ خدا کے جھوٹ بولنے اور رسول کے مثل پیدا ہونے کے خود تراشیدہ عقائد وضع فرمائے۔

۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کے سامنے ہندوستان کو عیسائی بنانے کی جو اسکیم پیش کی گئی تھی اس کی

ایک دفعہ یہ ہے :-

”ہندوستان کے بُت پرستوں ”یعنی غیر عیسائیوں“ کو ان کے سیاسی اور مذہبی میلوں میں

جمع نہ ہونے دو۔“

اس اسکیم کے بعد مولوی اسماعیل صاحب کے معطلہ مشن میں نئی روح داخل ہوئی اور ان کے وضع کردہ عقائد اور حدود و خطوط پر قبضہ دیوبندی میں ان کے قائم کردہ فرقہ کی تشکیلِ جدید عمل میں آئی۔ ”بدیں وجہ“ اب وہ دیوبندی فرقہ کے نام سے موسوم ہیں مگر یہ فرقہ تعداد میں کم ہے اس لئے خود کو اہلسنت والجماعت میں داخل کرتا ہے حالانکہ اس کے عقائد اہلسنت والجماعت سے قطعی جدا ہیں یعنی جس طرح سیکھ ہندوؤں سے نکلے مگر ہندو نہیں ہیں یا انگلیٹڈ کے پرنسٹنٹ روٹن کیتھولک سے نکلے مگر روٹن نہیں اسی طرح دیوبندی فرقہ اہلسنت والجماعت سے نکلا مگر اہلسنت والجماعت نہیں۔ اقلیتی فرقہ دیوبندیہ کے نمائندگان خصوصی مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا سید سلیمان ندوی صاحب، مولوی احتشام الحق صاحب، مسٹر ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہم ہیں مگر اکثریت کے عقائد اور اس کے حقوق کی نظر اندازی اصولِ جمہوریت کی توہین کے مترادف ہے اس لئے اکثریت کی جانب سے حسبِ ذیل مطالبات پیش کئے جاتے ہیں :-

۱۔ جمہوریہ پاکستان کے امیر کے مسلمان ہونے کی دفعہ میں اس کا اکثریت کا ہم عقیدہ ہونا لازمی شرط قرار

دیا جائے۔

۲۔ اہلسنت والجماعت سے دیوبندی فرقہ کو علیحدہ فرقہ تسلیم کیا جائے۔

۳۔ دیوبندی فرقہ کی اہلسنت والجماعت کے معتقدات اور اوقاف میں مداخلت قانوناً ممنوع قرار دی جائے۔

ان مطالبات کا مقصد پاکستان میں فرقہ بندی کو ہوا دینا نہیں بلکہ ان کا مقصد پاکستان سے ہمیشہ کے لئے



فرقہ وارانہ فسادات کو ختم کرانا اور اکثریت کا تحفظ و اظہار نفس الامری — کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہنری ہشتم کے عہد حکومت میں بعض چہیتے پرٹسٹنٹ پادریوں نے خود کو رومن ظاہر کرتے ہوئے اور رومن مذہب کی ترقی کے لئے حکومت الیہ اور نظام عیسوی کے نغمے بلند فرما کر ہی پارلیمنٹ کے ذریعہ رومن کیتھولک مذہب کو ”انگلینڈ کی سرزمین سے ختم کرایا تھا۔“ اگر اہلسنت والجماعت کے سرپر دیوبندی فرقہ کو مسلط کیا گیا تو اس کے معنی ہنری ہشتم اور رومن کیتھولک کی تجدید کے ہوں گے۔

### الذاعیان الی الخیر

(آگے حضرت مولانا مخدوم سید ناصر جلالی سرپرست جمعیت العلماء پاکستان کے علاوہ بہت بریلوی علماء کے دستخط ثبت ہیں)

(بحوالہ ماہنامہ طلوع اسلام مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۴، ۶۵)

شیعی رسالہ ”المنتظر“ لاہور نے ۱۹۷۰ء میں لکھا کہ :-

”جمعیت کا منشور مرتب کرنے والوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنے سوا دوسرے اسلامی فرقوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے بھی دفعہ شامل کر دی ہے ختم نبوت کا تو بہانہ ہے ورنہ لفظ ”وغیرہ“ میں اتنی گنجائش موجود ہے کہ مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی اسلام کے کسی بھی فرقہ کو غیر اسلامی بنا کر رکھ دیں گے۔“ (المنتظر لاہور ۵ فروری ۱۹۷۰ء ص ۱)

”المنتظر“ نے جس خطرہ کا اظہار کیا تھا وہ دو سال بعد حقیقت کی شکل اختیار کر چکا ہے جس کا دستاویزی ثبوت ”خلافت راشدہ کانفرنس“ ملتان کی مندرجہ ذیل قرارداد ہے :-

”خلافت راشدہ کانفرنس ملتان کا یہ عظیم الشان اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب شیعوں نے مسلمانوں سے علیحدہ اوقاف اور علیحدہ نصاب تعلیم کا مطالبہ کر کے ملت سے علیحدگی کا ثبوت دیا ہے اور اس طرح عملاً یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ عامۃ المسلمین سے جدا ایک مستقل اقلیت ہیں اور حکومت نے بھی ان کی اس علیحدگی کو تسلیم کر لیا ہے تو شیعوں کو ہر شعبہ میں

علیحدہ کر دیا جائے۔ آئین ساز اداروں اور ملازمتوں میں بھی ان کو تناسبِ آبادی کے لحاظ سے حصہ دیا جائے۔ آج سستی بیچارہ عموماً ادنیٰ ملازم ہے اور اکثر اعلیٰ اور با اختیار پوسٹوں پر شیعہ ہی نظر آتے ہیں۔ سوادِ اعظم کا پُر زور مطالبہ ہے کہ حکومت اس علیحدہ پسند فرقہ کو ملازمتوں وغیرہ میں بھی علیحدہ کر دے اور کلیدی اسامیوں اور اعلیٰ ملازمتوں میں اس کی تعداد کے تناسب سے حصہ دے۔

محرک :- حضرت مولانا دوست محمد صاحب قریشی۔

مؤید :- حضرت مولانا قائم الدین صاحب۔

(ہفت روزہ ”ترجمانِ اسلام“ لاہور ۳ مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۵ کالم نمبر ۵)

فرقہ اہل حدیث کے علماء مندرجہ بالا قرار داد کے حق میں عملاً اعلان کر چکے ہیں اور احمدیوں کی طرح شیعہ اصحاب کو بھی ختمِ نبوت کا منکر گردان رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا خلیفہ ندوی لکھتے ہیں :-

”نبوت کے ساتھ ساتھ حضراتِ شیعہ کے نزدیک ایک بالکل متوازی نظامِ امامت کا بھی جاری ہے یعنی جس طرح انبیاء کی بعثت ضروری ہے اسی طرح ائمہ کا لقب ضروری ہے..... واقعہً عمل کے اعتبار سے اجرائے نبوت اور اجرائے امامت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔“

(مزائمت نئے زاویوں سے)





پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقائد

جو

دو کے فرقوں کے نزدیک محل نظر ہیں

## پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقائد جو

### دو کے فرقوں کے نزدیک محل نظر ہیں

معزز ارکانِ اسمبلی کو معلوم ہونا چاہیے کہ کافر گری کی وہ تلوار جو آج ہمیں کاٹ کر الگ پھینکنے کی کوشش میں اٹھائی جا رہی ہے وہی شیعہ، دیوبندی مسلک کے مسلمانوں ہی کو نہیں، پاکستان کے ہر مکتب فکر کو زیادہ بھیانک اور شدید صورت میں کاٹ پھینکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس واضح حقیقت کے ثبوت میں مختلف فرقوں پر وار د کئے جانے والے اُن اعتراضات کا ایک مختصر خاکہ بطور نمونہ درج کرنا کافی ہو گا جن کی بناء پر ان فرقوں پر بھی فردِ جرم عائد کی جاتی ہے۔

یہ معاملہ ممبرانِ قومی اسمبلی کی صوابدید پر چھوڑا جاتا ہے کہ کس حد تک ان عقائد کی بناء پر ان فرقوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جواز یا عدم جواز پایا جاتا ہے۔

### بریلوی فرقہ

- ۱۔ آنحضرتؐ کو خدا تعالیٰ کا درجہ دیتے ہیں۔ (شمعِ توحید ص ۵ مصنف مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری)
- ۲۔ خدا کے علاوہ بزرگوں کو مشکل گشا سمجھتے اور مدد مانگتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ لاہور اگست ۱۹۱۵ء ص ۳۲)
- ۳۔ علی پور سیداں کو سید القریٰ سمجھتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ جون ۱۹۱۵ء ص ۱۹)
- ۴۔ ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔ (انسانِ کامل باب ۳۶ مؤلفہ سید عبدالکریم جیلی)
- ۵۔ سلسلہ وحی و الہام کو جاری سمجھتے ہیں۔ (میںخانہ درد صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵ فتوحاتِ مکیہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۶)
- ۶۔ اصطلاحاتِ اسلامی مثلاً آنحضرتؐ، اُمّ المؤمنین، رضی اللہ عنہ، کا خطرناک استعمال اپنے بزرگوں



کے لئے کرتے ہیں۔ (نظم الدرر فی سلک السیر مؤلفہ ملا صفی اللہ صاحب)

(اشارات فریدیہ قلائد الجواہر)

۷۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں۔ (نصرت الابرار ص ۱۲۹ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۸۔ انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ (چٹان ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۹۔ انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ (چٹان ۵ نومبر ۱۹۶۲ء ص ۸)

۱۰۔ سید جماعت علی شاہ کو ہادی اور شافع سمجھتے ہیں۔

(انوار الصوفیہ لاہور ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۲۳ و اگست ۱۹۱۵ء ص ۳۲)

۱۱۔ سید جماعت علی شاہ کو حضور کے برابر سیدوں کے سید مظہر خدا نور خدا شاہ لولاک اور ہادی کل قرار

دیتے ہیں۔ (انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۱۵ و ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۷ و جولائی ۱۹۱۲ء ص ۸)

۱۲۔ آنحضرت کو عرش تک حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے پہنچایا۔ (گلدستہ کرامات ص ۱۸)

۱۳۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضور عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں۔

(رسالہ العقائد ص ۲۴ مؤلفہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری)

۱۴۔ جبرائیل قیامت تک نازل ہوتے رہیں گے۔

(دلائل السلوک ص ۱۲۷ مؤلفہ مولانا اللہ یار خاں چکڑالہ ضلع میانوالی)

۱۵۔ حضرت فاطمہؑ اور حضرت عائشہؓ کی توہین کرتے ہیں۔

(ارشاد رحمانی و فضل یزدانی از مولوی محمد علی صاحب مونگیری صفحہ ۵، ۵۲ گلدستہ کرامات ص ۹۴)

## دیوبندی فرقہ

۱۔ خدا تعالیٰ کو جھوٹ بولنے پر قادر سمجھتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص ۱۹ دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی شاہ گولڑوی)

- ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بچوں، مجنوں اور جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں۔  
(حفظ الایمان مصنف مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ دیوبند ص ۹)
- ۳۔ شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے وسیع تر تھا۔ (براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد صدقہ رشید احمد گنگوہی ص ۵)
- ۴۔ حاجی امداد اللہ صاحب کو رحمۃ اللعالمین کہتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ از مولانا اشرف علی تھانوی جلد ۱ ص ۱۵)
- ۵۔ دیوبندیوں نے معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو جہنم میں گرنے سے بچایا۔  
(بلغۃ الحیران بحوالہ دیوبندی مذہب ص ۵)
- ۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُردو سیکھنے میں دیوبندیوں کے شاگرد ہیں۔  
(براہین قاطعہ بحوالہ دیوبندی مذہب ص ۲۶)
- ۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کا گنبد خضراء ناجائز اور حضرت امام حسین اور حضرت مجدد الف ثانی کے روضے ناجائز اور حرام ہیں۔  
(فتاویٰ دیوبند جلد ۱ ص ۱۲)
- ۸۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بانی اسلام کے ثانی ہیں۔ (مرثیہ تحریر کردہ مولانا محمود الحسن)
- ۹۔ دیوبندی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (رسالہ تحذیر الناس از مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی)
- ۱۰۔ خانہ کعبہ میں بھی گنگوہ کا رستہ تلاش کرتے ہیں۔ (مرثیہ از مولانا محمود الحسن)
- ۱۱۔ حضرت فاطمہ الزہرا کی توہین کرتے ہیں۔ (افاضات الیومیہ جلد ۶ ص ۳)
- ۱۲۔ رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین کی مقدس اصطلاحات کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔  
(رسالہ تبیان دادولی شریف فروری ۱۹۵۲ء ص ۹)
- ۱۳۔ دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور درود اللہم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی۔  
(رسالہ الامداد مولانا اشرف علی بابت ماہ صفر ۱۳۷۴ھ ص ۴۵)
- ۱۴۔ ماں کے ساتھ زنا عقلاً جائز سمجھتے ہیں۔  
(افاضات الیومیہ از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جلد ۲)



- ۱۵۔ دیوبندی انگریز کے وفادار رہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)  
مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات ”دیوبندی مذہب“ مؤلف مولانا غلام مہر علی شاہ صاحب سے لئے گئے ہیں۔

## اہل حدیث

- ۱۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کو غدر اور حرام سمجھتے ہیں۔  
(رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۹، ص ۳۰۸ حیات طیبہ ص ۲۹۶ مصنفہ حیرت دہلوی)
- ۲۔ قرآن پر حدیث کو مقدم جانتے ہیں۔ (رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۳، ص ۲۹۶)
- ۳۔ کروڑوں محمد پیدا ہو سکنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ (تقویت الایمان ص ۴۲)
- ۴۔ کئی خاتم النبیین کے قائل ہیں۔ (رد قول الجاہلین فی نصر المؤمنین صفحہ ۴، ۶ ۱۲۹۱ھ مؤلف مولانا محمد صدیق تیشاپوری)
- ۵۔ آنحضرت کی شان میں گستاخی کے مجرم ہیں۔  
(صراطِ مستقیم مترجم ص ۲۱ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)
- ۶۔ پنڈت نہرو کو رسول السلام اور گاندھی کو امام مہدی اور بالقوہ نبی سمجھتے ہیں۔  
(تاریخ حقائق ص ۵۹ تا ص ۶۳ مؤلف مولانا محمد صادق صاحب خطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ ماہ طیبہ مارچ ۱۹۵۷ء)
- ۷۔ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (اقتراب الساعة ص ۱۶۲)
- ۸۔ سلسلہ وحی والہام کو جاری سمجھتے ہیں۔  
(اثبات الالہام والبیعہ ص ۱۴۸ وسوانح مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مصنفہ مولوی عبدالجبار غزنوی)
- ۹۔ ہمیشہ انگریزوں کی خوشامد کرتے رہے۔ (ترجمان و ہابیہ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)
- ۱۰۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو غدر کہتے ہیں۔ (الحیاء بعد الممات ص ۱۲۵ مؤلف حافظ عبدالغفار)
- ۱۱۔ حکومتِ برطانیہ ان کے نزدیک اسلامی سلطنتوں سے بہتر ہے۔ (اشاعت السنۃ جلد ۹، صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)
- ۱۲۔ سلطنتِ برطانیہ کے دائمی غلام ہونے کے لئے دُعائیں کرتے رہے۔ (اشاعت السنۃ جلد ۹، صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶)

- ۱۳۔ انگریز کا خود کاشتہ پودا۔ (رسالہ طوفان ۷، نومبر ۱۹۶۲ء)
- ۱۴۔ انگریز اولوالامر ہیں۔ (داستان تاریخ اُردو مصنفہ حامد حسن قادری ص ۹۸)
- ۱۵۔ ہندوستان سے باہر بھی انگریزوں کی بجٹنی کرتے رہے۔ (ترجمان و ہابہ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)
- ۱۶۔ ترکی حکومت کو پارہ پارہ کیا۔ (تاریخی حقائق ص ۸۱ تا ۸۲ از مولانا محمد صادق خطیب گوجرانوالہ)
- ۱۷۔ جہاد کے خلاف فتویٰ دے کر جہالت حاصل کی۔
- (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹ از مولانا مسعود احمد ندوی)

## جماعتِ اسلامی

- ۱۔ قرآنی سورتوں کے نام جامع نہیں ہیں۔ (تفہیم القرآن حصہ اول ص ۴۴)
- ۲۔ اسلام فاشنزم اور اشتراکیت سے مماثل نظام ہے جس میں خارجیت اور انارکزم تک کی گنجائش ہے۔ (اسلام کا سیاسی نظام بحوالہ طلوعِ اسلام ۱۹۶۳ء ص ۱۳)
- ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ (حقیقتِ جہاد ص ۶۵)
- ۴۔ فرشتے تقریباً وہی چیز ہیں جس کو ہندوستان میں دیوی دیوتا قرار دیتے ہیں۔ (تجدید و احیائے دین ص ۱۸ حاشیہ طبع چہارم)
- ۵۔ قرآن مجید میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے نہ کتابی اسلوب۔ (تفہیم القرآن دیباچہ ص ۲۵)
- ۶۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے غلطیاں صادر ہوئیں۔ (ترجمان القرآن جلد ۳ ص ۳۳ تا ۳۴)
- ۷۔ حضرت عمرؓ کے قلب سے جذبہ اکابر پرستی محو نہ ہو سکا۔
- (ترجمان القرآن جلد ۲ عدد ۴ ص ۲۹۵ بحوالہ مودودیت کا پوسٹ مارٹم ص ۳۸)

۱۷۔ نئے ایڈیشنوں میں تحریف کر کے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے :



- ۸۔ حضرت خالد بن ولیدؓ غیر اسلامی جذبہ کے حدود کی تمیز نہ کر سکے۔  
(ترجمان القرآن جلد ۱۲ عدد ۴ ص ۲۹۵ بحوالہ مودودیؒ کا پوسٹ مارٹم ص ۳۸)
- ۹۔ اسلامی تصوف کے بنیادی نظریے میں بڑی بھاری غلطی موجود ہے۔  
(ترجمان القرآن جلد ۳۴ عدد ۱ ص ۱)
- ۱۰۔ بخاری شریف کی حدیثوں کو بلا تنقید قبول کر لینا صحیح نہیں۔ (ترجمان القرآن جلد ۳۹ ص ۱۱)
- ۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر مصطفیٰ کمال تک کی تاریخ کو اسلامی کہنا مسلمانوں کی غلطی ہے۔  
(ترجمان القرآن جلد ۲ نمبر ۱ ص ۱)
- ۱۲۔ اہل حدیث حنفی۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ شیعہ۔ سنی جہالت کی پیدا کی ہوئی اُمّتیں ہیں۔  
(خطبات ص ۶ از مودودی صاحب)
- ۱۳۔ مسلمان قوم کے نو سوننانوے فی ہزار افراد حق و باطل سے نا آشنا ہیں۔  
(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۱۵)
- ۱۴۔ امام مہدی ایک نیا مذہب منکر پیدا کرے گا۔ (تجدید و احیائے دین ص ۵۲ تا ۵۴)
- ۱۵۔ جمہوری اصول پر مبنی اسمبلیوں کی رکنیت بھی حرام اور ان کے لئے ووٹ ڈالنا بھی حرام ہے۔  
(رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۴۴)
- ۱۶۔ پاکستان، پاکستان، جنت المصفا اور مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہے جو مسلمانوں کی مرگب حماقت سے قائم ہوئی۔  
(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص ۲۹ تا ۳۲ طبع اول حصہ سوم روئیداد جماعت اسلامی حصہ پنجم صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)
- ۱۷۔ قائد اعظم رحلِ فاجر۔ (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء ص ۱۴ تا ۱۵)
- ۱۸۔ جہاد کشمیر نا جائز۔ (نوائے وقت ۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء و ترجمان القرآن جون ۱۹۴۸ء)
- مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات رسالہ ”مودودی شہ پارے“ میں درج ہیں۔

## چکڑالوی اور پرویزی فرقہ

- ۱۔ حدیثوں کو شرعاً سند نہیں مانتے۔
- ۲۔ لفظ اللہ سے قرآنی معاشرہ مراد لیتے ہیں۔ (نظامِ ربوبیت ص ۱۷۲ از جناب غلام احمد پرویزی)
- ۳۔ قرآنی حکومت نماز اور زکوٰۃ کی جزئیات میں رد و بدل کی مجاز ہے۔
- (قرآنی فیصلے ص ۱۲ فردوسِ گمشدہ ص ۳۵۱ خدا اور سرمایہ دار ص ۱۳۶ شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام)
- ۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں بلکہ قرآن مجید خاتم النبیین ہے۔
- (رسالہ اشاعت القرآن ۱۵ جون ۱۹۲۳ء ص ۳۱)
- ۵۔ ہر عاملِ قرآن مہدی ہے۔
- (رسالہ اشاعت القرآن لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۲۳ء)
- ۶۔ معراج کے منکر ہیں۔
- (نوادرات ص ۱ از علامہ اسلم جیرا چپوری)
- ۷۔ برطانوی حکومت کے خوشامدی رہے۔
- (رسالہ اشاعت القرآن ۱۵ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۹-۳۲)

## شیعہ مذہب

- ۱۔ حضرت علیؑ خدا ہیں۔ (تذکرۃ الائمہ ص ۹۱)
- ۲۔ حضرت علیؑ خدا ہیں اور محمدؐ اس کے بندے ہیں۔ (مناقبِ رضوی حیاتِ القلوب جلد ۲ باب ۴۹)
- ۳۔ خدا تعالیٰ نے تمام کائنات ائمہ تشیع کے تصرف اور اطاعت پر مامور کر دی ہے۔
- (ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم ص ۳۲۸)
- ۴۔ حضرت علیؑ فرزندِ خدا ہیں۔ (رسالہ نورتن ص ۲۶)
- ۵۔ ہم امیر المؤمنین کو حلالی مشکلات اور کاشف الکروب مانتے ہیں۔
- (شیعہ مذہب میں وہابیت کی روک تھام کیلئے دوسرا مقالہ ظہورِ علی بمقامِ قاب قوسین صفحہ ۱۵، ۱۶)



۶۔ جب تک کوئی شخص ایک تیسرے جُز یعنی اولوالامر کی اطاعت کا اقرار نہیں کرتا اس وقت تک وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔  
(معارف اسلام لاہور علی وفاطمہ نمبر اکتوبر ۱۹۶۸ء ص ۷۴)

۷۔ قرآن دراصل حضرت علیؑ کی طرف نازل ہوا تھا۔ (رسالہ نور تن ص ۳)

۸۔ حضرت علیؑ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (غنیۃ الطالبین اور حق الیقین مجلسی باب ۵)

۹۔ اگر حضرت علیؑ شبِ معراج میں نہ ہوتے تو حضرت محمد رسول اللہ کی ذرہ قدر بھی نہ ہوتی۔

(جللاء اہیون مجلسی از خلافتِ شیخین ص ۱)

۱۰۔ اصل قرآن امام مہدی کے پاس ہے جو چالیس پارے کا ہے موجودہ قرآن بیاض عثمانی ہے جس میں کامل دس پارے کم ہیں۔  
(اسباق الخلافت تفسیر لوامع التنزیل جلد ۴ مصنفہ سید علی الحائری لاہوری

تفسیر صافی جز ۲۲ ص ۴۱۱)

۱۱۔ حضرت عزرائیل حضرت علیؑ کے حکم سے ارواح قبض کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الائمہ ص ۹۱)

۱۲۔ حضرت ابابکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں حضرت فاطمہ کے جمال پر فریفتہ تھے اور اسی سبب سے ہجرت کی۔  
(کتاب کامل بھائی اور کتاب خلافتِ شیخین ص ۴۱)

۱۳۔ حضرت عمرؓ ایسے مرض میں مبتلا تھے جس سے ان کو لواطت کے بغیر راحت نہیں ہوتی تھی۔

(الزہراء بحوالہ شیعہ سنی اتحاد ص ۴)

۱۴۔ حضرت ابوبکرؓ سے مسجد نبوی میں منبر نبوی پر سب سے اول بیعتِ خلافت شیطان نے کی۔

(کتاب امامی امام اعظم طوسی شیعہ و خلافتِ شیخین ص ۲۵)

۱۵۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں وقال الشیطان آیا ہے وہیں ثانی (عمر) مراد ہے۔

(بحوالہ مقبول قرآن امامیہ ص ۵۱۲)

۱۶۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کافر فاسق تھے۔ (حیات القلوب مجلسی باب ۵۱)

۱۷۔ شیطان حضرت علیؑ کی شکل پر متشکل ہو کر مارا گیا۔ (تذکرۃ الائمہ ص ۹۱)

- ۱۸۔ سوائے چھ اصحاب کے..... باقی جمیع اصحاب الرسول مرتد اور منافق تھے۔  
 (کتاب وفات النبی سلیم ابن قیسر الہلال مجالس المؤمنین  
 مجلس سوم قاضی نور اللہ حیات القلوب باب ص ۱۱)
- ۱۹۔ عمرؓ نے گتیا کی شکل اختیار کر کے چھ بچوں کو جہنم دیا اور انتہائی ذلیل ہوئے۔  
 (کتاب عیسائیت اور اسلام مسلمان بادشاہوں کے تحت ص ۲۳۲)
- ۲۰۔ حضور اقدس پر انتہائی ناپاک الزام..... (خلاصۃ المنہج قلمی جلد اول زیر آیت سورۃ النساء)  
 ۲۱۔ حضرت علیؓ اور ان کے باقی ائمہ جمیع انبیاء سے افضل ہیں۔ (حق الیقین مجلسی باب ۱)  
 ۲۲۔ ہمارے گروہ کے علاوہ تمام لوگ اولادِ بغایا ہیں۔  
 (الفروع من الجامع الکافی جلد ۳۔ کتاب الروضہ ص ۱۳۵)
- ۲۳۔ اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو اور نماز بضرورت پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کہے۔ اللہم..... اے اللہ تو اس کو آگ کے عذاب میں داخل کر۔  
 (تحفۃ العوام صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷ بار چہارم)
- نوٹ:- مندرجہ بالا اکثر حوالہ جات "قاطع انف الشیعۃ الشیعہ اور شیعہ ستی اتحاد کی مخلصانہ اپیل" سے ماخوذ ہیں۔





## شیعوں کی طرف انگریز کی کافرانہ حکومت کی حمایت اور جہاد کی مخالفت

- ۱۔ موعظہ تحریف قرآن صفحہ ۷۱، ۷۲ بار دوم
- ۲۔ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ ۱۷۸-۱۸۰
- ۳۔ موعظہ تقیہ صفحہ ۷۳، ۷۴ بار سوم
- ۴۔ اخبار وکیل امرتسر ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں بیان آغا خان

## وحدتِ اسلامیہ کی بقا کی واحد صورت

ہمارے نزدیک عالمِ اسلام خصوصاً پاکستان پہلے ہی مذہب کے نام پر شورشوں سے بہت نقصان اٹھا چکا ہے اس لئے معزز ایوان کا فرضِ اولین ہے کہ وہ احمدی مسلمانوں کے خلاف موجودہ فسادات اور ہنگامہ آرائی کے پیش نظر فرقہ پرستی کے خوفناک نتائج پر غور کرے۔ مولانا عبد المجید سالک نے ۱۹۵۲ء میں حکومتِ پاکستان کو یہ مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ:-

”ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے ہر قائل کو مسلمان سمجھیں اور مسلمانوں کے تکفیر کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں بلکہ وقفہ آگیا ہے کہ اسلامی حکومت تکفیرِ مسلمین کو قانوناً مجرم قرار دے دے تا معاشرۂ اسلامی اس لعنت سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔“ (روزنامہ ”آفاق“ ۵ دسمبر ۱۹۵۲ء)



حضرت بابی سلسلہ احمدیہ

کا

پُرورد انتباہ



## حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا پروردگارِ انتباہ

اس محضر نامہ کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک پرشکوہ بیان پر ختم کیا جاتا ہے۔ آپ نے امتِ مسلمہ کے علماء اور زعماء کو درد بھرے دل سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

”دُنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے.....

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اُس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو اور نیز اُس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوندِ قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اُس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر گچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔



اور بشر کیا ہے محض ایک مُضغہ۔ پس کیونکر میں جیسے وقیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مُضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔“  
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۷۸)

”میں نصیحتاً للہ مخالف علماء اور اُن کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریقی شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طبیعت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددُعائیں کریں اور رورو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دُعائیں قبول ہو جائیں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دُعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دُعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رورو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرتِ گریہ و زاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالنحو لیا ہو جائے تب بھی وہ دُعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں سے خدا سے آیا ہوں۔۔۔۔۔ کوئی زمین پر مرنے نہیں سکتا جب تک آسمان پر نہ مارا جائے۔ میری رُوح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ اُن کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔۔۔۔۔ اے خدا! تو اس اُمت پر رحم کر۔ آمین۔“  
(”اربعین“ نمبر ۵ صفحہ ۵ تا ۷)



## دُعَاء

دُعَا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے مُعَرِّزِ ارکانِ اسمبلی کو ایسا نُورِ فراست عطا فرمائے کہ وہ حق و صداقت پر مبنی اُن فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن و سنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں اور پاکستان ترقی و سر بلندی اور عروج و اقبال کے اُس عظیم الشان مقام تک پہنچ جائے جس کا تصور جماعتِ احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؒ نے ۱۹۴۷ء میں درج ذیل الفاظ میں پیش کیا تھا:-

”ہم نے عدل اور انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلام کے یونہی کے پہلے سٹر سے بنانا ہے۔ یہی اسلام ستارے ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اُسے کا حق دلائے گا، جہاں رُوس اور امریکہ فیلے ہو، اُسے مگہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہو گئے۔“  
(روزنامہ الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ